ابتداء تیرے نام سے

قارئین کرام! حج کا مہینہ آغاز ہو رہا ہے۔ اللہ اس مبارک سفر پر روانہ ہونے والوں کو حج مقبول کی سعادت بخشے۔ جو ابھی تک محروم ہیں ان کا نصیبہ کھول دے اور انہیں بلا وابھیج دے۔ جو خوش نصیب سعادت حاصل کر چکے ہیں ان کے لئے تازندگی اس روحانی تجربے کو منارۂ نور بنائے رکھے، آمین۔

کراچی کی ایک فیکٹری میں آتش زدگی کا واقعہ اس بار کا سب سے اندوہناک سانحہ ہے۔ تین سو، جبکہ غیر سرکاری رپورٹ کے مطابق پانچ سو کے قریب محنت کش دیکھتے ہی دیکھتے کوئلوں کا ڈھیر بن گئے۔ نکلنے کے راستے مسدود، آگ بجھانے کا عملہ ندارد، انتہائی بے بسی کی موت مارے جانے والے یہ غریب گھرانوں کے چشم و چراغ حلال روزی کماتے ہوئے آن ڈیوٹی رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ اللہ ان کی مغفرت کرے، غمزدہ گھرانوں کو صبر جمیل دے اور ان کے لئے رزق کے وسیلے پیدا کرے۔ آمین۔

اس سانحے نے بہت سے سوال اٹھائے جو شاید حسبِ روایت تشنۂ جواب ہی رہیں گے۔ آپ لاکھ لیبر قوانین کے بخیے ادھیڑ لیں، نئے قوانین وضع کر لیں، قوانین کے اطلاق کی اہمیت پر زور دے لیں، مگر جب تک اس ملک میں قانون کی حکمرانی قائم نہیں ہوتی، مجرموں کو بغیر کسی رُورعایت کے سزائیں نہیں ملتیں، انسانی جان کا شرف یہاں پامال ہوتا رہے گا، عام انسان کی زندگی کیڑے مکوڑوں سے بدتر ہی رہے گی، جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات کی صورت میں ملتی رہے گی۔

اسی دن یعنی 11 ستمبر کو لاہور میں بھی ایک فیکٹری میں آگ لگی اور پچیس افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ پشاور میں بھی ایک پلازے میں آتش زدگی ہوئی۔ رحمان ملک نے فرمایا کہ سازش اور دہشت گردی کے امکان کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا اور اگر یہی بات ہے تو پھر سب جانتے ہیں کہ تحقیقات کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ہر ایرے غیرے ملک کی خفیہ ایجنسیوں کے لئے تو ہم نے دروازے وا کر رکھے ہیں اور حکومتی سرپرستی میں ایسے لوگ ملک بھر میں دندناتے پھر رہے ہیں۔ کیسی تحقیقات اور کہاں کی سزائیں!!

جماعت اسلامی کے رہنما، سابق ٹاؤن ناظم ڈاکٹر پرویز محمود کی ایم کیو ایم کے ہاتھوں ٹارگٹ کلنگ ایک اور دلدوز سانحہ ہے مقتول کے ایک کھلے خط کے مطابق 2004ء سے ایم کیو ایم کے دہشت گرد دستے کی ٹارگٹ فہرست میں سب سے پہلا نام انہی کا تھا۔ گویا آٹھ برس بعد آخر کار یہ ٹارگٹ پورا ہو گیا۔ حکومت کی بے بسی کہیں یا عدم دلچسپی کہ کھلی دھمکیوں کے باوجود اپنے شہریوں کو قاتل دستوں کی دہشت گردی سے بچانے میں ناکام ہے۔

بلوچستان کو دشمنوں کے حوالے کر کے تماشا دیکھا جا رہا ہے اور اصلاح احوال کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اختر مینگل نے اپنے مطالبات کو شیخ مجیب کے چھ نکات کی طرح قرار دے دیا ہے۔ دکھ تو یہ ہے کہ اس بار ہم جانے پہچانے راستوں پر بھٹک رہے ہیں اور دیکھے بھالے دشمنوں سے ہار ماننے کو تیار ہیں۔ اللہ پاکستان کی سلامتی پر وار کرنے والوں کو نیست و نابود کرے خواہ ہماری اپنی صفوں میں ہو یا دشمنوں کی۔

توہین رسالتؐ پر مبنی فلم کی ریلیز نے اہلِ مغرب کے تہذیب کے پردے میں چھپے مکروہ چہرے کو ایک بار پھر پوری شدت سے بے نقاب کر دیا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں کے لئے ان کے دہرے معیارات پہلے ہی آشکارا تھے۔ اب اپنے مذموم اور رکیک کاموں کے برے اثرات کی زد میں وہ خود آنے والے ہیں کیونکہ اب ان کے عوام رفتہ رفتہ اپنی حکومتوں کی مجرمانہ پالیسیوں سے آگاہ ہونے لگے ہیں۔ انشاءاللہ ایک دن یہی آگاہی ان کے زوال کا سبب بنے گی۔

تمام مغربی ممالک میں کسی کی محترم ہستیوں یا مذہبی عقائد کا مذاق اڑانا، توہین کرنا سنگین جرم کے طور پر بطور قانون نافذ ہے۔ یہاں تک کہ حال ہی میں برطانوی شہزادی کی عریاں تصاویر ضبط کر کے اخبار ہی بند کر دیا گیا اور فوٹو گرافر کو گرفتار کر لیا گیا۔ دوسری طرف مسلمانوں کی حمیت کو چیلنج کرنا، ان کو اشتعال دلانا اور بار بار اس عمل کو دہرا کر ان کی حساسیت کے پیمانوں کو چیک کرنا، یہ کھیل اہلِ مغرب نے ہمیشہ رچایا ہے اور نائن الیون کے بعد اس میں نہ صرف تیزی آئی ہے بلکہ اسے زیادہ پلاننگ اور اپنی حکومتوں کی مکمل پشت پناہی کے ساتھ سیاسی ایجنڈے کے طور پر کیا جانے لگا ہے۔

اور مسلمان ملکوں کے سربراہوں کا یہ حال کہ جنرل اسمبلی کے اجلاس میں مٹی کے ڈھیر کی طرح اکٹھے ہوئے اور منتشر بھی ہو گئے۔ دنیا کو انصاف دلانے کے علمبردار اس فورم پر وہ یک زبان ہو کر ایک علامتی احتجاج بھی نہ ریکارڈ کروا سکے۔ جب حکومتیں عوامی احساسات کی ترجمانی میں ناکام رہیں تو عوام کو خراجِ تحسین ہے جنہوں نے اپنے طور پر بھرپور احتجاج کیا۔ تقریباً تمام عالمِ اسلام میں اس فلم کی ریلیز پر امریکہ کے خلاف شدید ردِعمل دیکھنے میں آیا۔

اس مسئلے پر عوامی احتجاج کی عکس بندی کرتے ہوئے ہمارے میڈیا کا منفی کردار بھی کھل کر سامنے آیا جو کہ بے حد افسوس ناک ہے۔ ایسا معلوم ہوا کہ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت بھرپور احتجاجی ریلیوں میں ظاہر ہونے والے حُبِ رسالتؐ کے جذبات اور امریکہ کے خلاف عوامی نفرت کے اظہار پر مرکوز کرنے کی بجائے توڑ پھوڑ اور تشدد کو موضوع بنایا گیا اور ایک آدھ معمولی واقعے کی بنیاد پر انتہائی مبالغہ آمیز رپورٹنگ کی گئی۔ اسلام آباد میں پولیس سے ٹکراؤ والا واقعہ بھی شواہد کی بنا پر طے شدہ بتایا جا رہا ہے تا کہ امریکہ کیخلاف نفرت کی بجائے رپورٹنگ اور تجزیوں کا رخ عوام کی جہالت کی طرف موڑا جا سکے۔ جبکہ عوامی شعور کا یہ عالم رہا کہ ہر طبقۂ فکر اور ہر پیشے سے منسلک افراد نے بے حد مؤثر اور پر امن ریلیاں منعقد کیں جن میں عوام نے بھرپور شرکت کی۔ وکلاء، ڈاکٹر، اساتذہ، طلبہ وطالبات، تاجران، دینی وسماجی حلقوں کی شاندار ریلیاں نکلیں اور عوامی سطح پر امریکہ کی اس رکیک حرکت کے خلاف بھرپور مظاہرے ہوئے۔ عوامی جذبات کا عالم دیکھتے ہوئے حکومت کو بھی مجبور ہونا پڑا کہ یومِ عشقِ رسولؐ کے نام پر ایک دن وقف کر دے۔ مگر افسوس ہے کہ خود کارپردازانِ حکومت یا حکمران جماعت کے رہنماؤں کو توفیق نہ ہوئی کہ ان مظاہروں کی قیادت تو کیا ان میں شرکت ہی کرتے۔

بہرحال یو ایس ایڈ کے تحت کروڑوں ڈالر کے اشتہارات لینے والا ہمارا ''فری میڈیا'' نمک خواری کا حق ادا کرتا رہا۔ ہمارے ہاں ریلیوں اور مظاہروں کو جذباتیت اور جہالت سمجھنے والا طبقہ بھی اس بات پر زور دیتا رہا کہ خود کوز وال کی کیفیت سے نکالنا مسئلے کا اصل حل ہے تا کہ کسی کو آئندہ ہماری مقدس ترین ہستیوں کی توہین کی ہمت نہ ہو۔ دونوں صورتوں میں امت کے لئے خیر ہی خیر ہے اور یہی اسلام کا معجزہ ہے کہ اس کو دبانے کی کوششیں اس کو مزید فروغ دیتی ہیں۔

حکومتوں کی طرف سے پوری مایوسی کے بعد اب وقت کی شدید ضرورت ہے کہ ان مسائل پر عوامی سطح کا اتفاق رائے پیدا کیا جائے۔ جس طرح توہین آمیز کارٹونوں کے مسئلے پر ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا گیا تھا۔ اُسی طرز کا سلوک امریکی مصنوعات کے ساتھ کیا جائے۔ سیاسی و مذہبی قوتیں، سماجی اور پیشہ ورانہ تنظیمیں اور سول سوسائٹی متفقہ طور پر عزم کریں تو یقیناً عوام کی کثیر تعداد ان کا ساتھ دے گی۔

الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو بھی اس حقیقت کا ادراک کر لینا چاہیے کہ اب سوشل میڈیا نے منظر بہت بدل دیا ہے اور قوت کا مرکز اب ان کی دسترس میں نہیں رہا۔

آپ سب کو عیدالاضحیٰ کی مبارک باد۔

دعا گو

صائمہ اسماء

دعا

قبولیت دعا کے مقامات

یہ وہ مقامات ہیں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاؤں کا خاص اہتمام کیا اور عجز وانکساری کے ساتھ اکثر طویل دعائیں مانگیں۔ اس کی وجہ ان مقامات کی فضیلت اور یہاں دعاؤں کا قبول ہونا ہے۔

ا-میدان عرفات، یوم عرفہ

✎ عمرو بن شعیبؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین دعا یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) کی دعا ہے اور بہترین کلمات وہ ہیں جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے کہے، اور وہ یہ ہیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

''نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، حکمرانی بھی اسی کی ہے اور تعریف بھی اسی کی اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ (ترمذی)

✎ حضرت جابرؓ (حجۃ الوداع کی تفصیلات بتاتے ہوئے) بیان کرتے ہیں کہ یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ملا کر پڑھ چکے تو اپنی ناقہ پر سوار ہو کر میدان عرفات میں اپنی خاص وقوف کی جگہ پر تشریف لائے اور اپنی ناقہ قصواء کا رخ آپ نے اس طرف کر دیا جدھر پتھر کی بڑی بڑی چٹانیں ہیں۔ پیدل مجمع آپؐ نے اپنے سامنے کر لیا اور آپ قبلہ رو ہو گئے اور وہیں کھڑے رہے یہاں تک کہ غروب آفتاب کا وقت آیا۔ اور زردی بھی ختم ہو گئی اور آفتاب بالکل ڈوب گیا۔ تب آپؐ مزدلفہ کے لیے روانہ ہوئے۔ (مسلم)

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف عرفات کی تفصیل ہے۔ یعنی سورج ڈھلنے سے لے کر غروب آفتاب تک آپ قبلہ رو ہو کر کھڑے رہے اور اللہ کا ذکر، مناجات اور دعاؤں میں مصروف رہے۔

✎ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ کے دن سے زیادہ اللہ تعالیٰ کسی دن میں اپنے بندوں کو جہنم کی آگ سے آزاد نہیں کرتا۔ اس روز اللہ تعالیٰ قریب ہوتا ہے اپنی رحمت و مغفرت کے ساتھ (اپنے بندوں کے) اور فخر کرتا ہے حج کرنے والوں پر اپنے ملائکہ کے سامنے اور فرماتا ہے، کیا چاہتے ہیں یہ لوگ؟ (یعنی جو کچھ یہ چاہتے ہیں ان کو وہی دوں گا)۔ (مسلم)؛

۲-مزدلفہ، مشعرالحرام

✎ ارشاد باری تعالیٰ ہے: پھر جب عرفات سے چلو تو مشعرحرام (مزدلفہ) کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جیسے کہ اللہ نے تمھیں ہدایت کی ہے ورنہ اس سے پہلے تو تم لوگ بھٹکے ہوئے تھے۔(البقرہ ۱۹۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حاجیوں کو عرفات سے واپسی کے سفر میں مزدلفہ (مشعر حرام) کے میدان میں رات گزارنے اور اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ یہ ذکر اس طریقے پر ہو جو اللہ نے تمھیں سکھایا ہے، یعنی تسبیح و تہلیل، دعا، عبادت، نوافل وغیرہ جن کی اس مقام پر خاص فضیلت ہے۔

حضرت جابرؓ نے مزید بیان کیا کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے دوران یوم عرفہ کے روز سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ پہنچ کر اذان کا حکم دیا، پھر اقامت کہی گئی اور آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھائی، پھر دوسری تکبیر ہوئی اور آپؐ نے عشاء کی دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر آپؐ سو گئے۔ صبح تک آرام کیا۔ یہی ایک شب ہے جس میں آپؐ نے تہجد کی نماز ادا نہیں کی۔

دس ذی الحجہ ہفتہ کے دن صبح نماز فجر با جماعت ادا کی، پھر قبلہ رخ ہو کر دعاؤں اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ جب روشنی خوب پھیل گئی تو طلوع آفتاب سے قبل آپ منیٰ روانہ ہو گئے۔'' (مسلم)

۳-جمرات

✎ حضرت عائشہؓ حجۃ الوداع کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے دن (۱۰ ذوالحجہ) کو آخری وقت میں ظہر کی نماز پڑھ کر بیت اللہ تشریف لے گئے اور فرض طواف (طواف افاضہ) کیا اور پھر اسی روز منیٰ واپس آ گئے۔ پھر آپؐ نے ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) منیٰ ہی میں بسر کیے۔ ان دنوں میں آپ تینوں جمرات پر دن ڈھلے کنکریاں مارتے تھے، ہر جمرہ پر سات کنکریاں اور ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے۔ آپ پہلے اور دوسرے جمروں پر دیر تک ٹھہرتے اور عجز و زاری کے ساتھ دعا مانگتے، اور تیسرے جمرے (جمرۂ عقبہ) پر کنکریاں مار کر چلے آتے اور وہاں ٹھہرتے نہیں تھے۔ (ابوداؤد)

۴-حطیم

حطیم بیت اللہ کا وہ حصہ ہے جس پر چھت نہیں ہے۔ یہ بیت اللہ سے ملحق نیم دائرے کی شکل میں ہے اور یہ کیونکہ بیت اللہ کا حصہ ہے اس لیے جب طواف کیا جاتا ہے تو حطیم کی دیوار کے باہر سے کیا جاتا ہے۔ اور اس کے اندر کوئی فرض نماز ادا نہیں کی جاتی۔ حطیم میں نوافل ادا کرنا، دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے خانہ کعبہ کے اندر عبادت کرنا۔

✎ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں خانہ کعبہ کے اندر جا کر نماز ادا کرنا چاہتی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ جب تو خانہ کعبہ میں داخل ہونا چاہے تو حجر (حطیم) میں نماز پڑھ لے کیونکہ یہ خانہ کعبہ ہی کا ایک حصہ ہے۔ تیری قوم قریش نے جب خانہ کعبہ تعمیر کیا تو انھوں نے یہ حصہ عمارت میں شامل کرنے میں کوتاہی کی اور اس حصے کو عمارت سے باہر نکال دیا۔ (ابوداؤد)

۵- مقام ابراہیم

حضرت جابرؓ نے (حجۃ الوداع کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے) بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے بیت اللہ کا طواف شروع کیا اور سات چکر پورے کرنے کے بعد آپ مقام ابراہیمؑ کی طرف بڑھے اور یہ آیت پڑھی۔**وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اَبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى**۔(البقرہ ۱۲۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ مقام ابراہیمؑ (جہاں حضرت ابراہیمؑ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں) اس جگہ کو مستقل جائے نماز بنالو۔ پھر آپؐ نے اس طرح کھڑے ہو کر کہ مقام ابراہیم آپؐ کے اور بیت اللہ کے درمیان تھا نماز پڑھی۔ (یعنی دوگانہ طواف ادا کیا) ان دو رکعتوں میں آپؐ نے **قل یاایھا الکافرون** اور **قل ھو اللّٰہ احد** کی قرأت کی۔ (مسلم)

یعنی مقام ابراہیم کی فضیلت یہ ہے کہ یہاں خود اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نماز طواف ادا کرنے کی جگہ مقرر کر دیا ہے، یہاں کی عبادت، نماز اور دعا کا خاص درجہ ہے۔

۶- حجر اسود

حجر اسود ایک پتھر ہے جو بیت اللہ کے چار کونوں میں سے ایک کونے میں باہر کی طرف نصب ہے اور یہاں سے خانہ کعبہ کا طواف شروع کیا جاتا ہے۔

حضرت جابرؓ حجۃ الوداع کی روئداد بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ہم سفر پورا کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ پر پہنچ گئے تو آپ نے سب سے پہلے حجر اسود کا استلام کیا۔ پھر داہنی ہاتھ کی طرف چلے (اور طواف شروع کیا)۔ (مسلم)

استلام کا مطلب حجر اسود کو چومنا ہے اور ساتھ اللہ کی حمد اور کبریائی ان الفاظ میں بیان کی جاتی ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے بارے میں فرمایا: خدا کی قسم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو نئی زندگی دے کر اس طرح اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جس سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا اور جن لوگوں نے اس کا استلام کیا ہوگا ان کے حق میں سچی شہادت دے گا۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نور ماند کر دیا ہے اگر ان کی روشنی قائم رہتی تو مشرق و مغرب کے درمیان ساری چیزوں کو روشن کر دیتی۔ (ترمذی)

۷- رکن یمانی

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں جو اس بندے کی دعا پر آمین کہتے ہیں جو اس کے پاس یہ دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ أَسۡئَلُكَ الۡعَفۡوَ وَالۡعَافِيَةَ فِی الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ''اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں معافی اور عافیت مانگتا ہوں۔ اے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی، اور جہنم کے عذاب سے ہمیں بچا!'' (سنن ابن ماجہ)

۸-رکن یمانی سے حجر اسود تک کا فاصلہ

✎ حضرت عبداللہ بن السائبؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (طواف کی حالت میں) رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان (کی مسافت میں) یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (سنن ابی داؤد)

۹-مطاف اور طواف

✎ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرے اور ان پھیروں میں بجز:

سبحان اللہ، والحمدللہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے اور کچھ نہ کہے تو اس کے دس گناہ محو کیے جاتے ہیں۔ دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور دس درجے بلند کیے جاتے ہیں اور جو شخص طواف کرے اور ان کلمات کی مانند کوئی اور دعائیہ کلمات زبان سے ادا کرے تو وہ رحمت کے دریا میں اس طرح داخل ہو جاتا ہے جس طرح تم دریا میں اپنے پاؤں سے داخل ہوتے ہو۔ (ابن ماجہ)

✎ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز کی طرح کی عبادت ہے، فرق یہ ہے کہ طواف میں تم کو باتیں کرنے کی اجازت ہے، تو جو کوئی طواف کی حالت میں کسی سے بات کرے تو نیکی اور بھلائی ہی کی بات کرے۔ (ترمذی، نسائی)

✎ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حجر اسود اور رکن یمانی دونوں پر ہاتھ پھیرنا گناہوں کے کفارے کا ذریعہ ہے۔ اور میں نے آپ کو یہ فرماتے بھی سنا کہ جس نے اللہ کے اس گھر کا سات بار طواف کیا اور اہتمام اور فکر کے ساتھ کیا تو اس کا یہ عمل ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا اور میں نے آپ سے یہ بھی سنا، آپ فرماتے تھے: بندہ طواف کرتے ہوئے جب ایک قدم رکھے گا اور دوسرا قدم اٹھائے گا تو اللہ اس کے ہر قدم کے بدلے ایک گناہ معاف کرے گا اور ایک نیکی کا ثواب اس کے لیے لکھا جائے گا۔ (جامع ترمذی)

۱۰-ملتزم

خانہ کعبہ کی دیوار کا تقریباً دو گز کا وہ حصہ جو حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان ہے ملتزم کہلاتا ہے۔ ملتزم کے معنی چمٹنے کے ہوتے ہیں۔ حج اور عمرہ کے طواف میں یا نفل طواف کے بعد اگر موقع ملے تو اس ملتزم سے چمٹ کر دعا کی جائے۔ مندرجہ ذیل حدیث سے یہ معلوم ہوگا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور آپ نے حجۃ الوداع میں

ایسا ہی کیا تھا۔

عمرو بن شعیب اپنے والد شعیب سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کے ساتھ طواف کر رہا تھا۔ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ بیت اللہ سے چمٹ رہے ہیں۔ تو میں نے اپنے دادا (عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ) سے عرض کیا کہ ہم کو یہاں لے چلیے، ان لوگوں کے ساتھ ہم بھی ان کی طرح بیت اللہ سے چمٹ جائیں۔ انھوں نے کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے۔ (کہ ملتزم کے علاوہ خانہ کعبہ کے کسی اور حصے سے چمٹنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں تھا اور ایسا کرنا خلاف سنت ہے اور شیطان کو خوش کرنے کے مترادف ہے) پھر میرے دادا طواف سے فارغ ہو گئے تو دیوار کعبہ کے خاص اس حصہ پر آئے جو ملتزم کہلاتا ہے اور مجھ سے فرمایا۔ خدا کی قسم، یہی وہ جگہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چمٹ گئے تھے۔ (سنن بیہقی)

اور سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ملتزم سے اس طرح چمٹ گئے کہ اپنا سینہ اور اپنا چہرہ اس سے لگا دیا اور ہاتھ بھی پوری طرح پھیلا کر اس پر رکھ دیے اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

ملتزم سے خالی چمٹنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ چمٹ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنا اصل مقصد ہوتا ہے۔ یہاں خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے۔

۱۱- مقام زمزم

یہ وہ مقام ہے جہاں زمزم کا چشمہ ہے۔ اب یہ جگہ مطاف کے نیچے آ گئی ہے اور اصل کنویں تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ لیکن مسجد الحرام میں جگہ جگہ زمزم سے بھرے کولر موجود ہیں۔ اگر ممکن ہو تو طواف اور مقام ابراہیم پر دو نفل ادا کرنے کے بعد رسول اللہؐ کی سنت کے مطابق زمزم کے قریب کھڑے ہو کر پیٹ بھر کر زمزم پئیں۔ (حوالہ روایت ابن ماجہ)

آبِ زمزم پینے کے بعد یہ دعا مسنون ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّ شِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ ۔ ''اے اللہ میں تجھ سے علم نافع، وسیع رزق اور تمام بیماریوں سے شفا کا سوال کرتا ہوں۔'' (حصن حصین)

۱۲- صفا و مروہ

صفا اور مروہ بیت اللہ کے قریب دو پہاڑی چوٹیاں ہیں جن کے درمیان حج اور عمرہ کے دوران سعی کی جاتی ہے۔ ان کی فضیلت قرآن کریم میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِاللّٰهِ ج فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِاعْتَمَرَ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ط وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا لا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۔

''یقیناً صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، اس کے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کر لے اور جو کوئی برضا و رغبت کوئی بھلائی کا کام کرے

گا اللہ کو اس کا علم ہے اور وہ اس کی قدر کرنے والا ہے۔ (البقرہ ۱۵۸)

✎ حضرت جابرؓ نے حجۃ الوادع کا جو واقعہ نقل کیا ہے اس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر دو نفل ادا کرنے کے بعد واپس حجر اسود کی طرف آئے اور اس کا استلام کیا۔ پھر ایک دروازے سے (سعی کے لیے) صفا پہاڑی کی طرف چلے گئے۔ اس کے بالکل قریب پہنچ کر آپؐ نے یہی آیت پڑھی (ان الصفا والمروۃ) اس کے بعد آپ نے فرمایا: میں اسی صفا سے سعی شروع کرتا ہوں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پہلے کیا ہے۔

چنانچہ آپ پہلے صفا پر آئے اور اس حد تک اس کی بلندی پر چڑھے کہ بیت اللہ آپ کی نظروں کے سامنے آ گیا۔ اس وقت آپؐ قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے اور اللہ کی توحید و تکبیر وتمجید میں مصروف ہو گئے، آپ نے کہا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ ، اَنْجَزَ وَعْدَهٗ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ۔

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی تنہا معبود و مالک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں، ساری کائنات پر اسی کی فرماں روائی ہے، اور حمد وستائش اسی کا حق ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہی تنہا مالک ومعبود ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا فرما دیا، اپنے بندے کی اس نے بھرپور مدد فرمائی، اور کفر وشرک کے لشکروں کو تنہا اسی نے شکست دی۔''

آپؐ نے تین مرتبہ یہ کلمات دہرائے اور ان کے درمیان میں دعا مانگی اس کے بعد آپ صفا سے اتر کر مروہ کی جانب چلے یہاں تک کہ آپ کے قدم کچھ نشیب میں پہنچے تو آپ دوڑ کر چلے پھر جب آپؐ نشیب سے اوپر آ گئے تو پھر آپؐ اپنی عام رفتار کے مطابق چلے، یہاں تک کہ مروہ کی پہاڑی پر آ گئے۔ یہاں آپ نے بالکل وہی کیا جو صفا پر کیا تھا۔ (مسلم)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ دونوں مقامات پر دعا مانگی اور اپنے عمل سے امت مسلمہ کو بھی اس کی تعلیم دی۔

۱۳-مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ

مسجد نبوی جس کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں رکھی، پھر جس میں آپ نے باقی تمام عمر نمازیں ادا کیں، جو آپ کی دینی سرگرمیوں، تعلیم و تربیت، ہدایت وارشاد اور دعوت و جہاد کا مرکز بنی رہی، اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے مقدس خانہ کعبہ اور مسجد الحرام کے ما سوا دنیا کے سارے معبدوں پر عظمت بخشی ہے۔ صحیح احادیث میں ہے کہ اس کی ایک نماز کا اجر وثواب دوسری عام مساجد کی ایک ہزار نمازوں سے بڑھ کر ہے۔

✎ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد (مدینہ طیبہ کی مسجد نبوی میں) ایک نماز دوسری تمام مساجد کی ایک ہزار

نمازوں سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے۔ (بخاری۔ مسلم)

✎ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں چالیس نمازیں پڑھیں اور ایک نماز بھی فوت نہیں ہوئی، اس کے لیے لکھ دی جائے گی نجات اور برأت دوزخ سے اور ہر عذاب سے اور اسی طرح برأت نفاق سے۔ (مسند احمد)

✎ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر میرے حوض کوثر پر ہے۔ (بخاری، مسلم)

مسجد الحرام مکہ میں خانہ کعبہ کے گرد تمام وہ جگہ ہے جہاں نماز کے وقت نمازیوں کی صفیں بن جاتی ہیں۔ رمضان المبارک اور حج کے دنوں میں بیت اللہ کے ارد گرد مکے کے بازار اور گلیاں بھی نماز کے اوقات میں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں اور وہ بھی مسجد الحرام کے امام کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں اور اس وقت وہ سب علاقہ بھی مسجد الحرام میں شامل ہو جاتا ہے۔ درج ذیل حدیث میں مسجد الحرام کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے۔

✎ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد (مدینہ طیبہ کی مسجد نبوی) میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے ما سوائے مسجد الحرام کے۔ اور مسجد الحرام کی ایک نماز میری اس مسجد کی سو نمازوں سے افضل ہے۔ (مسند احمد)

یعنی مسجد الحرام میں ادا کی گئی ایک نماز عام مساجد کی ایک لاکھ نمازوں سے بھی افضل ہے۔ یہی حال باقی عبادات اور دعاؤں کا بھی ہے۔

مسجد اقصیٰ، بیت المقدس (یروشلم) کے شہر میں فلسطین میں واقع ہے۔ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہی امت مسلمہ کا قبلہ تھا جس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی جاتی تھی۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد تک مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق خانہ کعبہ کو قیامت تک کے لیے امت مسلمہ کا قبلہ مقرر کر دیا۔

مسجد الحرام اور مسجد نبوی کے بعد یہی ایک مسجد ہے جس کی فضیلت احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

✎ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ان تین مسجدوں کے سوا کسی بھی مسجد کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے اور وہ یہ ہیں: مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد (مسجد نبوی)۔ (بخاری و مسلم)

یعنی یہ فضیلت اور عظمت و شرف صرف ان تین مساجد کو حاصل ہے کہ ان میں عبادت کے لیے خاص طور سے سفر کر کے وہاں پہنچا جائے اور اللہ کا قرب حاصل کیا

جائے۔ ان کے علاوہ نہ کسی مسجد کو یہ خصوصیت حاصل ہے اور نہ اس کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کردہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مقدس مقام پر سفر کر کے جائے اور وہاں دعا مانگے تو اگر اس کا رزق حرام ہے تو اس کی دعا قبول نہیں ہوگی اوپر دی ہوئی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقامات صرف یہی تین ہیں یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔

☆☆☆

اللہ کی راہ میں خرچ

ادنیٰ اور گھٹیا چیز دینے سے بچنا

● ''اللہ کی راہ میں دینے کے لیے بری چیز چھانٹنے کی کوشش نہ کرو حالانکہ اگر وہی چیز کوئی تمھیں دے تو تم اسے لینا گوارا نہیں کرتے الا یہ کہ تم اسے قبول کرنے میں اغماض برت جاؤ۔'' (البقرہ ۲۶۸)

ایسی بوسیدہ چیزیں جنھیں ہم سمجھتے ہیں کہ استعمال کے قابل نہیں کسی کو صدقہ میں دینے کے لیے منتخب کرنا ایک گھٹیا حرکت ہے فی سبیل اللہ دینے کے لیے عمدہ چیزوں کا انتخاب کرنا اللہ کو پسند ہے۔

احسان جتانے اور ریا سے پرہیز

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

● ''اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور دکھ دے کر خاک میں نہ ملا دو اس شخص کی طرح جو اپنا مال محض دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے۔'' (البقرہ ۲۶۴)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی تعریف میں فرمایا:

● ''پھر خرچ کر کے وہ احسان نہیں جتاتے، نہ اذیت دیتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، اور انھیں کوئی رنج اور خوف نہیں ہوگا۔'' (البقرہ ۲۶۲)

ریا شرک ہے، جو شخص لوگوں کو دکھا کر اس نیت سے خرچ کرتا ہے کہ اس کی تعریف کی جائے اور لوگوں میں اس کی سخاوت کا چرچا ہو تو ایسے شخص کے لیے اللہ کے ہاں کوئی اجر نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ چلو اللہ بھی راضی ہو جائے گا اور لوگوں میں تعریف بھی ہو جائے گی تو اس صورت میں بھی صرف تعریف ہی ہوگی اور ریاکاری کا گناہ، اللہ ناراض ہی ہوگا۔

● حضرت ابوبکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جنت میں مکار اور بخیل داخل نہ ہوگا اور نہ وہ شخص جو خیرات دے کر احسان جتلائے۔'' (ترمذی)

بے غرضی اور اخلاص

جس شخص کو صدقہ دیا جائے اس سے کسی خدمت، حسن سلوک، معاوضے، یہاں تک کہ شکریہ کی بھی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں:

● ''ہم تم کو خالص اللہ کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے کسی بدلے کے خواہش مند نہیں اور نہ ہی شکر گزاری کے۔ ہمیں اپنے پروردگار سے اس دن کے عذاب کا خوف

لاحق ہے جو بہت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہو گا۔''(الدھر۹-۱۰)

☆چھپا کرصدقہ کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

● ''اگر اپنے صدقات اعلانیہ دو تو یہ بھی اچھا ہے،لیکن اگر چھپا کر حاجتمندوں کو دو،تو یہ تمھارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔تمھاری بہت سی برائیاں اس طرز عمل سے محو ہو جاتی ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو بہر حال اس کی خبر ہے۔''(البقرہ۲۷۱)

● ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کیا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ روز قیامت جب کوئی سایہ نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ سات لوگوں کو اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دے گا ان میں ایک شخص وہ ہے:''جس نے اتنی چھپا کر خیرات دی کہ داہنا ہاتھ جو خرچ کرتا ہے بائیں ہاتھ کو اس کی خبر نہ ہو۔''(ترمذی)

ان فرامین سے پتہ چلتا ہے کہ نفلی صدقہ اس طرح دینا چاہیے کہ اس کو کوئی دیکھنے والا نہ ہو اور اگر ممکن ہو تو اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ لینے والے کو بھی پتہ نہ چلے کہ صدقہ کس نے دیا ہے۔اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دینے والا ریا اور تکبر سے بچا رہے گا اور لینے والا زیر بار احسان نہیں ہوگا اور اس صدقے کے بدلے میں شکریہ ادا کرنے اور بدلہ چکانے کی کوشش نہیں کرے گا۔

اوپر جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں یہ بات فرمائی گئی ہے کہ اگر تم اپنے صدقات اعلانیہ دو تو یہ بھی اچھا ہے اور پھر چھپا کر دینے کا حکم بھی دیا گیا اور اسے بہتر کہا گیا۔امام طبریؒ اور دوسرے علماء کے نزدیک اس پر علمائے سلف کا اجماع نقل کیا گیا ہے کہ فرض صدقات (زکوٰۃ،عشر وغیرہ) اعلانیہ اور نفلی صدقہ چھپا کر دینا افضل ہے۔(فتح الباری ج۲،ص۲۲)

شریعت اسلامی میں یہی صورت حال دوسری عبادات کی بھی ہے فرض نماز اعلانیہ مسجد میں باجماعت ادا کرنے کا حکم ہے۔تہجد کی نفل نماز گھر میں لوگوں سے چھپ کر ادا کی جاتی ہے اور جس نے تہجد کی نماز پڑھی ہو وہ لوگوں کو اس کی خبر دیتا نہیں پھرتا،لیکن فرض نماز پڑھتے ہوئے اور مسجد جاتے ہوئے اُسے سب دیکھتے ہیں۔یہی حال روزہ اور حج کی عبادت کا بھی ہے۔

نادار شخص کا صدقہ کرنا

قرون اولیٰ میں لوگوں کے ایثار کا یہ عالم تھا کہ دوسروں کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہؓ کے ہاں ایک مہمان آ گیا۔گھر میں صرف ایک آدمی کا کھانا تھا۔جناب ابوطلحہؓ نے نہ خود کھانا کھایا نہ بچوں کو کھلایا،سارا مہمان کو کھلا دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

● ''اور وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچائے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔''(الحشر۹)

صحابہ کرام میں سے مفلس ترین آدمی بھی صدقہ کرتے تھے۔وہ شدید خواہش رکھتے تھے کہ اللہ کی راہ میں

کچھ نہ کچھ ضرور خرچ کریں۔

● ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمیں صدقہ کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی شخص بازار جاتا اور وہاں بوجھ اٹھا کر مزدوری کر کے ایک صاع اناج کماتا اور اسے صدقہ کر دیتا۔ اور آج (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے کے بعد) یہ صورت ہے کہ ہم میں سے کسی کے پاس ایک لاکھ درہم بھی جمع ہیں۔ (بخاری)

● حضرت ام بجیدؓ ان لوگوں میں سے تھیں جنھوں نے حضور سے بیعت کی تھی۔ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ ''مسکین میرے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور میرے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی جو میں اسے دوں۔'' اس پر رسول خدا نے ان سے فرمایا کہ ''اگر اس کو دینے کے لیے تو کچھ بھی نہ پائے سوائے ایک جلے ہوئے کھر کے تو وہی اس کے ہاتھ پر رکھ دے۔'' (ابوداؤد)

گھر والوں اور اقربا پر خرچ کرنا

بنیادی اصول یہ ہے کہ جس سے ہمارا جتنا زیادہ قریبی رشتہ ہے وہ ہماری امداد کا اتنا ہی زیادہ مستحق ہے۔ اس طرح بیوی بچوں، والدین، قریبی رشتہ داروں اور خاندان کے لوگوں کا پہلا حق بنتا ہے کہ ان میں سے جو ضرورت مند ہوں ان کی کفالت کی جائے۔ اس کے بعد پھر دوسرے لوگوں کی باری آتی ہے۔ ارشاد باری تعالٰی ہے:

● ''رشتہ دار کو اس کا حق دو، اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق اور فضول خرچی نہ کرو۔'' (بنی اسرائیل ۲۶)

مالی لحاظ سے کمزور رشتہ دار پر خرچ کرنا اور انھیں صدقہ و زکوٰۃ دینا دوسروں کو دینے کی نسبت زیادہ اجر کا باعث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

● ''مسکین پر صدقہ کرنا ایک عام صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں صدقہ اور صلہ رحمی دونوں شامل ہیں۔'' (ترمذی)

● ابومسعودؓ کہتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ''مسلمان جب اپنے اہل وعیال پر کچھ خرچ کرتا ہے اور اس سے ثواب کی توقع رکھتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہی شمار ہوتا ہے۔

● ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ''یا رسول اللہؐ اگر میں ابوسلمہؓ کے بیٹوں پر، جو میرے بھی بیٹے ہیں خرچ کروں تو کیا مجھے اس کا ثواب ملے گا۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو خرچ کر ان پر، تجھے اس کا ثواب ملے گا جو تو ان پر خرچ کرے گی۔'' (بخاری و مسلم)

● عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرے دو ہمسائے ہیں، میں ان میں سے کس کو ہدیہ دوں۔ آپؐ نے فرمایا، جس کا دروازہ تمھارے دروازے سے زیادہ قریب ہو اس کو دو۔'' (بخاری)

ان احکامات میں بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ اگر ہر

صاحب حیثیت شخص اپنے خاندان کے نادار لوگوں کی کفالت کا ذمہ لے لے تو اس سے بیشتر مسائل حل ہو جائیں گے۔

ضرورت سے زائد مال صدقہ کرنا

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

● (صحابہ کرامؓ) آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں۔ آپ کہہ دیجیے، جو بھی ضرورت سے زائد ہو۔ (البقرہ ۲۱۹)

اس حکم میں انسان کی ضرورت کو اس کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ انسان خود ہی فیصلہ کرے کہ اس کی جائز ضروریات کیا ہیں اور اس کے پاس ضرورت سے زائد مال کتنا ہے۔

● حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اے آدم کے بیٹے تیرے لیے یہ بہتر ہے کہ تو ضرورت سے زائد مال کو (خدا کی راہ میں) خرچ کر دے۔ اگر تو اس کو روک رکھے گا تو یہ تیرے لیے برا ہے۔ اور ضرورت کے مطابق رکھنے پر تجھ پر کوئی ملامت نہیں۔ اور پہلے ان پر خرچ کر جو تیری کفالت میں ہیں۔'' (مسلم)

● ابوسعید حذریؓ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ''جس کے پاس دو پہر کا کھانا بچ گیا وہ کسی ایسے شخص کو دے دے جس کے پاس کھانا نہ ہو۔ جس کے پاس توشہ بچ رہا وہ کسی ایسے شخص کو دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو۔'' راوی کہتے ہیں ''اسی طرح قسم قسم کے اموال کا آپؐ نے ذکر کیا، یہاں تک کہ ہم نے سمجھ لیا کہ زائد مال پر ہمارا کوئی حق نہیں۔'' (مسلم)

صحت وتندرستی کی حالت میں صدقہ افضل ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

● ''جو رزق ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اور وہ اس وقت کہے کہ ''اے میرے رب کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا۔ حالانکہ جب کسی کی مہلت عمل پوری ہونے کا وقت آ جاتا ہے تو اللہ اس کو ہرگز مزید مہلت نہیں دیتا، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔'' (المنافقون ۱۰-۱۱)

● ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''جب تو تندرستی کی حالت میں مال کی خواہش محتاجی کے خوف اور مالداری کی طمع ہونے کے باوجود صدقہ کرے۔ اور اتنی دیر مت کر کہ جان حلق میں آ پہنچے اور اس وقت تو کہے فلاں کو اتنا، فلاں کو اتنا دیا جائے کہ اب تو یہ فلاں فلاں (وارثوں) کا ہو ہی چکا۔'' (بخاری)

● ابوسعیدؓ کہتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''انسان کا اپنی تندرستی کے ایام میں ایک درہم (فی سبیل اللہ) خرچ کرنا مرنے کے وقت سو درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔'' (ابوداؤد)

مرنے والوں کی طرف سے صدقہ

جولوگ وفات پا چکے ہیں، زندہ لوگ ان کی طرف سے صدقہ کر سکتے ہیں۔ یہ فوت ہونے والوں کے ایصال ثواب کا بہترین طریقہ ہے، اور اس کا ثواب ان کی طرف سے صدقہ کرنے والوں کو بھی ملے گا۔

● سعد بن عبادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ام سعد (یعنی میری ماں) وفات پا گئی ہے، پس اس کی طرف سے کون سا صدقہ بہتر ہے، آپ نے فرمایا ''پانی''۔ پس سعد نے کنواں کھدوایا اور کہا ''یہ کنواں صدقہ ہے ام سعد کی طرف سے۔'' (ابوداؤد)

● عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں یکا یک فوت ہوگئی، اگر اس کو بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ وخیرات کی وصیت کرتیں، اب اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا اس کو اس کا ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں'' (بخاری ومسلم)

● حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضور! میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور اس نے ترکہ میں کچھ مال چھوڑا ہے اور (صدقہ وغیرہ کی) کوئی وصیت نہیں کی۔ تو اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا میرا یہ صدقہ اس کے لیے گناہوں کی معافی اور مغفرت کا ذریعہ بن جائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں! (اللہ تعالیٰ سے اس کی امید ہے)۔ (تہذیب الاثار لابن جریر)

اسی طرح مرنے والوں کے لیے حج بدل اور عمرہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

حج اور عمرہ کے آداب

حج اور عمرہ کا سفر اپنی نوعیت کا ایک منفرد سفر ہے یہ سفر سیر سپاٹے، خرید و فروخت یا کسی دوسری دنیاوی غرض کے لئے نہیں کیا جاتا۔ اللہ سے محبت رکھنے والا بندہ اپنے محبوب کی پکار پر لبیک لبیک کہتا ہوا ایک جذبہ وشوق کی کیفیت میں دوڑا چلا آتا ہے۔ یہ سفر تو اس عزم کا اظہار ہے کہ بندۂ مومن اپنے محبوب رب کے لئے اپنا گھر بار، عزیز و اقارب، کاروبار، کھیتیاں سب کچھ چھوڑنے کو تیار ہے۔ وہ زندگی کا ہر لمحہ اس کی مرضی کے مطابق گزارنے کا خواہشمند ہے تبھی تو وہ اپنا آرام تج دیتا ہے، تعلقات چھوڑتا ہے، سفر کی مشقیں اٹھاتا ہے اور محبوب کے در پر والہانہ حاضر ہو جاتا ہے۔ اس در پر جبینِ نیاز رکھتے ہی وہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔ لاکھوں عشاق کے درمیان اس کا اپنا وجود گم ہو جاتا ہے اور وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے۔

"میرے محبوب میرے آقا! میری
نماز میری قربانی، میری زندگی، میری
موت سب کچھ تیرے ہی لئے ہے۔"

وہ اپنے اس عہد کو نبھانے میں کامیاب ہو جائے، وہ یہ سفر اپنے محبوب اپنے رب کی مرضی کے مطابق طے کر لے تو اس کے لئے خوش خبری ہے کہ اس کے بعد وہ ایک نوزائیدہ بچے کی طرح معصوم اور گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اسے خبر دی جاتی ہے کہ اسے ایک ایسی سرزمین میں حاضری کا شرف حاصل ہے جہاں ہر نیکی کو ایک لاکھ گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ اگر چہ یہ اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکرانا ہی ہو۔ لیکن یاد رکھیئے! حدود حرم میں اگر ہر نیکی، پر لاکھ گنا بدلہ سمیٹنے کا موقع حاصل ہے تو ہر کوتاہی پر گرفت بھی اسی درجہ ہوگی اس معاملہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اپنے کسی غلام یا ماتحت کی کسی گستاخی یا کوتاہی پر شدید غصہ آتا تو زبان سے ایک لفظ نہ کہتے۔ اسے تنبیہہ کرنا ضروری ہو جاتا تو اسے ہاتھ سے پکڑ کر حدود حرم سے باہر لے جاتے اور پھر سرزنش کرتے۔

خیر و برکت کے اس مرکز پر حاضر ہونے والوں کو حاضری مبارک ہو۔ اس حاضری کو زیادہ سے زیادہ نفع بخش بنانے کے لئے محبوب رب کی ہدایات ضرور پیش نظر رکھیں، رب کریم نے اپنے در پر حاضری کا بڑا مقصد یہ بتایا کہ

لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ۔

"تا کہ وہ منافع دیکھیں جو یہاں ان کے لئے رکھے گئے ہیں۔" (الحج ۲۸)

غور وفکر کی نگاہ لے کر حاضر ہونے والوں کے لئے یہاں بڑی نشانیاں ہیں، وہ اپنے لئے موجود منافع کو دیکھیں اور انہیں سمیٹ کر ساتھ لے جائیں تو وہ ساری زندگی اس کی سرشاری اپنے قلب میں محسوس کریں گے۔

عربی، عجمی، گورے، کالے، بڑے، چھوٹے، امیر، غریب

سب یکساں استحقاق لے کر یہاں حاضر ہیں۔ البتہ ہر ایک اپنی اپنی ہمت کے مطابق منافع سمیٹ کر لے جائے گا۔ اللہ کرے ہم ان لوگوں میں شامل ہوں جو زیادہ سے زیادہ لے کر جانیوالے ہیں ہمارے محبوب کریم رب نے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے لئے رہنما ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۱

''یہ گنتی کے چند روز ہیں جو تمہیں اللہ کی یاد میں بسر کرنے چاہئیں (البقرہ۲۰۳)

ذکر:

حاضری کے ان دنوں کو اپنی زندگی کے بہترین دن بنانے کے لئے ہر لمحہ اللہ کے ذکر، اللہ اپنے محبوب کی یاد میں گزاریں۔

یوں تو زندگی کا کوئی لمحہ بھی اس محبوب بادشاہ سے غفلت میں بسر نہیں ہونا چاہیے لیکن یہاں تو ایک ایک لمحہ لاکھوں کا ہے کثرت سے ذکر کی کئی صورتیں ہیں۔

نوافل کی ادائیگی، تلاوت قرآن پاک بہترین ذکر ہے جس قدر ہمت ہو اپنا وقت تلاوت قرآن میں یا اذکار مسنونہ میں صرف کریں۔ اس میں زیادہ پریشانی کی ضرورت نہیں جو کچھ یاد ہے وہی پڑھتے رہیے مثلاً لا الہ الا اللہ، سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر وغیرہ۔

ذکر الٰہی سے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ زبان جو الفاظ ادا کر رہی ہے دل اس کو سمجھتا ہو اس پر غور و فکر کرتا ہو۔ حضوریٔ قلب اجر کو کئی گنا بڑھا دیتی ہے۔ جب کہ غافل قلب کی دعا اور ذکر کے بارے میں ڈرتے رہنا چاہیے۔ جانے بارگاہ الٰہی میں اذن باریابی پائے یا نہیں۔

دُعا:

رب کریم تو ہر مقام پر اپنے بندے سے قریب ہیں دعائیں سنتے ہیں، قبول کرتے ہیں، لیکن اس سرزمین کی تو بات ہی کچھ اور ہے، دل میں ایک بات آئی اور پوری ہو گئی ...... یہاں دعاؤں کی قبولیت میں بس ایک ہی رکاوٹ ہے اور وہ ہے مال حرام سے پلا ہوا جسم!! خیال رکھیئے جو بدن آپ لے کر اس در پر حاضر ہوئے ہیں۔ جو لباس اس پر ہے جو روپیہ لگا کر آپ نے حاضری کی سعادت حاصل کی ہے وہ حرام ذرائع سے حاصل نہ ہوا ہو۔

اگر آپ کو زیادہ دعائیں یاد نہیں تو فکر نہ کیجئے آپ کا معاملہ اس رب سے ہے جو دل میں آنے والے خیال اور دماغ میں آنے والی سوچ تک سے واقف ہے اسے ساری زبانیں آتی ہیں۔ آپ اس سے جس زبان میں چاہیں مانگیں وہ درخواستیں قبول کرتا ہے۔ سوچنے والی بات تو صرف یہ ہے کہ آپ کیا مانگتے ہیں؟ رب کریم نے ہمیں آگاہ کر دیا ہے کہ جو دنیا کا طالب ہے اسے دنیا دے دی جاتی ہے لیکن پھر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں اس لئے ہمیشہ دنیا اور آخرت دونوں کی حسنات کا سوال کیجئے پسندیدہ ترین دعا یہ ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (البقرہ۲۰۱)

''اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا لے۔''

دنیا کی بھلائیاں مانگتے ہوئے اپنی نظر روٹی، کپڑے اور مکان تک نہ رکھیئے دنیا کی وہ بھلائیاں مانگئے جو انبیاء علیہم

السلام نے مانگیں ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے دنیا کی حسنات ان الفاظ میں مانگتے ہیں:

رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَ لْحِقْنِیْ بِا الصّٰلِحِیْنَ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْن ۔(البقرہ۸۳)

''اے میرے رب مجھے دانائی عطا فرما ، مجھے صالحین کے ساتھ ملا اور بعد کے آنے والوں میں سچی ناموری عطا فرما''

سچی بات تو یہ ہے کہ دنیا کی یہ حسنات ہی آخرت کی حسنات کا پیش خیمہ ہیں ،اپنی دعاؤں میں اپنے لئے ہدایت ، تقویٰ،عفت و پاکیزگی ،صحیح فہم ،حلال رزق ، پاکیزہ عمل کی دعائیں مانگنا نہ بھولیے۔

پھر اپنی دعاؤں میں دوسرے بہن بھائیوں ، تمام اہل ایمان ،اپنے وطن ،ملتِ اسلامیہ بلکہ تمام انسانوں کو یاد رکھیئے۔ تاہم اپنے وقت کا ایک حصہ ملتِ اسلامیہ کے لئے مخصوص کر لیجئے۔اس لئے کہ ملتِ اسلامیہ کی عزت وعظمت ہی میں آپ کی عزت وعظمت ہے۔

''ذکرالٰہی'' صرف دل میں اللہ کو یاد کرنے اور زبان سے چند الفاظ کی ادائیگی کا ہی نام نہیں،اللہ کی رضا کے لئے کیا گیا ہر عمل ذکر ہے دوسروں کے ساتھ خوش دلی کا برتاؤ دو میٹھے بول ، دل جوئی ، ہمدردی کا اظہار ، دوسروں کو اپنی ایذا سے بچانا سب ذکر میں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَاجِدَالَ فِی الْحَجّ ۔(البقرہ ۱۹۰)

''جو شخص ان مقرر مہینوں میں حج کی نیت کرے اسے خبر دار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران اس سے کوئی شہوانی فعل کوئی نا فرمانی اور کوئی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو''

یوں تو نافرمانی کے ہر کام سے بچنا لازم ہے مگر جھگڑا ایسی خرابی ہے کہ اس سفر میں اس کا ارتکاب ساری محنت اور مشقت کو غارت کرسکتا ہے۔

سفر میں جھگڑے کے مواقع بھی بہت پیش آجاتے ہیں لاکھوں افراد میں ہر ایک ہمارا ہم مزاج نہیں ہوسکتا۔مزاجوں کا فرق طرز عمل میں فرق پیدا کر دیتا ہے ممکن ہے کسی دوسرے کی کوئی بات ، کوئی طرز عمل ہمیں ناگوار گزرے ، دوسروں کی ضروریات ہم سے مختلف ہوسکتی ہیں ۔ممکن ہے ہماری ضروریات کا باہم ٹکراؤ پیدا ہوجائے۔مثلاً کمرہ رہائش میں کسی کو ائیر کنڈیشنر چلانے کی ضرورت محسوس ہورہی ہو جب کہ دوسرے کے لئے وہ تکلیف کا سبب ہو،غسل خانہ ،باورچی خانہ ،بازار،حرم ہر جگہ لڑائی کے مواقع پیدا ہوسکتے ہیں لیکن اس سفر کی اہم ترین ہدایت یہ ہے کہ ہمیں ہر حال میں نہ صرف خود جھگڑا نہیں کرنا بلکہ دوسروں کو جھگڑے کا موقع بھی نہیں دینا۔

حرم شریف میں زائرین کی کثرت کے باعث ممکن ہے آپ کو نماز کے لئے کھلی جگہ نہ ملے،ممکن ہے ایک فرد ملتزم سے چمٹا ہوا ہے اور آپ کے لئے جگہ خالی نہیں کر رہا،کوئی حطیم میں بیٹھ گیا ہے اور اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہا،کوئی بھرپور طواف کے دوران نوافل ادا کرنا شروع کر دیتا ہے۔یہ طرز عمل دوسروں کے غصہ کو انگیخت دے سکتا ہے۔تاہم جھگڑا نہیں کرنا۔زائرین کو چاہیے کہ وہ ان امور کا خیال رکھیں ۔اگر حطیم میں مردوں زن سب گڈ مڈ ہیں ،لوگ زیادہ ہیں تو چاہیے کہ توقف کریں دھکے

دے کر جگہ بنانے کی کوشش نہ کریں۔خواتین کو بالخصوص بھیڑ میں گھسنے سے اجتناب کرنا چاہیے بعض اوقات ایک اعلیٰ مقام تک نہ پہنچ سکنے کی حسرت وہاں زیادہ اجر کا باعث ہوسکتی ہے۔حطیم میں نفل ادا کرنے کا موقع نصیب ہوجائے تو ادائیگی میں اختصار سے کام لیں۔دعائیں مختصر مانگیں اسی طرح ملتزم دوسروں کے لئے جلد خالی کریں اس کی عطاو بخشش ہمارے مانگنے پر منحصر نہیں ہے، ممکن ہے اس کی مخلوق کے لئے شفقت اور ایثار کا جذبہ زیادہ قابل قدر ٹھہرے اور بن مانگے ہی وہ سب کچھ مل جائے جس کا شاید تصور بھی محال ہو۔

طواف ایسی عبادت ہے جو صرف حرم شریف میں ممکن ہے اللہ جل جلا لہ نے حرم شریف میں ادا کئے جانیوالے مناسک میں سب سے پہلے طواف کا ہی حکم دیا ہے۔مطاف پر سب سے زیادہ حق طواف کرنے والوں کا ہے۔خیال رہے کہ ہم مطاف میں کسی بھی طرح طواف کرنے والوں کے لئے کسی اذیت کا سبب نہ بن جائیں۔پورا حرم مقام ابراہیم ہے نوافل جہاں چاہیں ادا کر لیں۔لیکن ہماری نفل نماز دوسروں کے طواف میں رکاوٹ بن گئی تو جانے اس کا کوئی بدلہ ملے یا نہ ملے۔دوسروں کو دھکے دیکر طواف میں آگے بڑھنا ٹھیک نہیں طواف کے دوران اطمینان سے درمیانی رفتار سے چلنا ہی مناسب ہے۔یہاں آنے والے سب رحمان کے مہمان ہیں اس کے مہمانوں کی تحقیر یا ان کو دی گئی تکلیف ہمارے لئے اس کی رحمتوں سے محرومی کا سبب بن سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے لوگو! جو ایمان لاتے ہو جب تم سے کہا جائے کہ اپنی مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کشادہ کر دیا کرو اللہ تمہیں کشادگی دے گا؟ (المجادلہ۔۱۱)

حرم شریف میں نماز کی سعادت حاصل ہوئی یہ خوش نصیبی کی بات ہے لیکن کوشش کیجئے آپ کم سے کم جگہ گھیریں دوسروں کے لئے جگہ بنانے کے لئے سمٹ جایئے۔اللہ کے مہمانوں کے لئے احترام کا یہ جذبہ آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ کا سبب بن جائے گا۔شرق وغرب سے حاضر ہونے والے اللہ کے یہ سب مہمان آپ کے بہن بھائی ہیں۔ان سب کو مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا ہے ہمارے عمل کی کوتاہی دوسروں کے دلوں میں کدورت کا سبب بن سکتی ہے دلوں کی رنجشیں اور کدورتیں ملت اسلامیہ کو کمزور کرسکتی ہیں یہ کمزوری انتشار پیدا کرسکتی ہے جس سے اللہ اور مسلمانوں کے دشمن ان کے خلاف دلیر ہو سکتے ہیں...... یہاں تو ہم سب محبت واخوت کے جذبات کو فروغ دینے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔اللہ کرے ہم ملت اسلامیہ کی مضبوطی، قوت اور شان وشوکت میں اضافہ میں معاون ہوجائیں۔

اخوت ومحبت کے ان جذبات کو فروغ دینے کے لئے ایک دوسرے کو سلام کریں۔ممکن ہو تو تحائف دیں۔اگرچہ یہ ایک کھجور ہو، یا تھوڑی سی خوشبو مسجد میں شور وشب اور لایعنی کام کرنا مسجد کے تقدس کو پامال کرتا ہے ایک دوسرے کو بلند آواز میں نہ پکاریں۔تصویر سازی میں اپنا وقت ضائع نہ کریں۔اللہ تعالیٰ آپ کی وہاں حاضری کو خود محفوظ کر رہا ہے۔

لایعنی امور میں اشتغال، قیمتی اوقات کو برباد کرتا ہے وقت ایک قیمتی دولت ہے آپ اس کے درست استعمال سے اعلیٰ درجات کا حصول یقینی بنا سکتے ہیں!

بازار بدترین مقامات ہیں، غیر ضروری خریداری میں وقت ضائع نہ کریں۔حرمین شریفین میں حاضری اور طواف و

زیارت کے مواقع آسانی سے نہیں ملتے، ان اوقات کو بہترین طریقہ سے استعمال کیجئے۔

خواتین بالخصوص اس بات کا دھیان رکھیں کہ ساتر لباس پہن کر باہر نکلیں، لباس باریک او چست نہ ہو کہ ان کا جسم جھلکے یا نمایاں ہو اپنی زینت چھپانے کے لئے لباس کے اوپر عبایہ پہنیں۔ سر کے بال اچھی طرح چھپائیں لمبا سکارف صرف احرام کا حصہ ہی نہیں ہر حال میں خواتین کے لئے لازم ہے ۔خواتین خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں، بجتے ہوئے زیور بالخصوص چوڑیاں پہن کر نہ نکلیں، کانچ کی چوڑیاں تو خطرناک بھی ہیں، ان کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے دوسروں کے لئے اذیت اور تکلیف کا سبب بن سکتے ہیں۔

زبان کو شکوہ وشکایت سے بچائیں۔ یہاں آپ کے ہمراہ آپ کے لاکھوں بہن بھائی شریک ہیں ممکن ہے زائرین کی کثرت کے باعث آپ کو مشکلات درپیش آئیں۔ ٹریفک میں پھنس جانے سے آپ کا سفر طویل ہو جائے، موسم کی سردی یا گرمی تکلیف کا سبب ہو۔ منیٰ میں ایک جیسے خیموں کی قطاریں راستوں کی پہچان گڈ مڈ کر سکتی ہیں۔ گھبرائیں نہیں، اللہ سے عافیت اور سہولت کی دعا مانگیں اور پیش آمدہ مشکلات پر صبر سے کام لیں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''صبر کا بدلہ جنت ہے''

اور اللہ تعالیٰ کا بھی فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْن ۔

یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

طہارت و پاکیزگی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے صفائی رب کریم کی رحمتوں اور قربتوں کا وسیلہ ہے اپنے جسم، لباس اور بالوں کو صاف ستھرا رکھنا ایمان کے تقاضوں میں سے ہے حالت احرام میں بھی جسم اور لباس کو صاف رکھنے اور اس غرض سے غسل کرنے کی ممانعت نہیں ہے اپنے جسم کی بدبو سے دوسروں کو بچائیں۔ ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے کم از کم اتنا تو کر لیں کہ استعمال شدہ اشیا، کاغذی رومال، خالی ڈبے ادھر اُدھر نہ پھینکیں، راستوں میں نہ تھوکیں۔ دوسروں کے سامنے تھوکنا یوں بھی اچھا معلوم نہیں ہوتا مسلمان معاشرہ صاف ستھرا معاشرہ ہے اسے پاکیزہ تر بنانے میں اپنا کردار ادا کریں۔

حج وعمرہ کی ادائیگی کے لئے آپ اپنا وقت اور سرمایہ خرچ کرتے ہیں، گھر بار چھوڑتے ہیں، اور ایک طویل سفر پر نکلتے ہیں تاکہ آپ اللہ کی رضا طلب کریں اور گناہوں سے توبہ کر کے آئندہ زندگی شریعت کے مطابق بسر کریں۔ اس مقصد کو کسی بھی وقت بھول نہ جائیں۔ سفر کے دوران ہر شام اپنا احتساب خود کریں۔ کہ آج کے دن آپ اپنے مقصد کے حصول میں کتنے کامیاب رہے، اور کل کے دن مزید کیا بہتری لائی جا سکتی ہے۔ وہاں جا کر کوئی آپ کو ہاتھ سے پکڑ کر مسجد نہیں لائے گا۔ کوئی آپ کو بازاروں میں چلنے پھرنے سے نہیں روکے گا۔ آپ چاہے اپنی رہائش گاہ میں لیٹے رہیں، یا حرم آکر طواف کریں۔ چاہے ہوٹل میں کھانے پینے میں وقت ضائع کریں، یا مسجد آکر تلاوت اور نوافل کا اہتمام کریں ۔خرید وفروخت اور موبائل فون پر گفتگو میں مصروف رہیں، یا زیادہ سے زیادہ وقت خانہ کعبہ میں اور مسجد نبوی ﷺ میں گزار کر اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کریں۔ آپ خود انصاف کریں کہ اپنے اوقات کے ذریعے آپ اپنے کن اعمال کا ترازو بھر رہے ہیں۔ اس سفر کے دوران آپ کو دوسروں کی مدد، خدمت اور رہنمائی کرنے کے کئی مواقع ملیں گے۔ ان کو کبھی ضائع نہ کریں۔ مثلاً راہ چلتے ہوئی کسی

کے ساتھ بیگ وغیرہ اٹھانا۔ گاڑی میں بزرگ یا خواتین کو سیٹ پر بٹھانا، وضو کرتے وقت، آب زم زم پیتے وقت، لفٹ میں سوار ہوتے وقت یا مسجد میں نماز کے لیے اٹھتے بیٹھتے وقت دوسروں کو پہلے موقع دینا۔ کسی کی پریشانی اور مسئلہ کے حل کرانے میں اس کے ساتھ ہمدردی کرنا۔ اس طرح کے کئی کام جو بظاہر معمولی لگتے ہیں۔ لیکن یہ سب اللہ کی رضا کے ذرائع ہیں اور ان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ ممکن ہے اس سفر کے دوران آپ کسی آزمائش سے دوچار ہو جائیں۔ کوئی حادثہ یا کوئی مسئلہ درپیش ہو کسی کے ناخوشگوار حرکت پر غصہ ہو کر لڑنے کی نوبت آ جائے یا آپ سے کوئی رشتہ دار، کوئی اہم کاغذ، راستہ وغیرہ گم ہو جائے۔ ایسی حالت میں صبر کا دامن تھام کر اللہ سے مدد مانگیں۔ یقین جانیے آپ کا مسئلہ اللہ تعالیٰ ضرور حل کرے گا اور جو وقتی پریشانی آپ کو ملی ہے اس پر آپ کو یقیناً اللہ کے ہاں اجر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کا سفر خیریت سے گزرے، آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں اور آپ کا حج و عمرہ اللہ کریم کے ہاں مقبول ہو۔

☆☆☆☆

میر بابر مشتاق

آزادی رائے اور گستاخانہ فلم

نائن الیون کی گیارہویں برسی کے موقع پر جاری کردہ اسلام کی توہین اور شان رسالتؐ پر گستاخانہ امریکی فلم نے دنیا بھر کے اربوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کیے۔ خصوصاً عرب ممالک میں اس کیخلاف انتہائی سخت ردعمل دیکھنے میں آیا۔ لیبیا میں امریکی سفیر سمیت 4 امریکی مارے گئے۔ مصر، یمن اور کئی ممالک میں امریکی سفارت خانوں پر حملے ہوئے۔

رسول اکرمؐ کی توہین اور اس کیخلاف مسلمانوں کے ردعمل کو مغربی دنیا جان بوجھ کر سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہی ہے۔ حالانکہ اسکی ایک طویل تاریخ ہے۔ جدید دور میں توہین رسالتؐ کی وارداتوں کا آغاز غیر منقسم ہندوستان میں انگریزی دور حکومت کے آغاز سے ہی ہوگیا تھا۔ اس وقت غازی علم دین، غازی عبدالرشید اور غازی عبدالقیوم شہید، جیسے عاشقان رسولؐ سامنے آئے تھے اور قائداعظم محمد علی جناحؒ، علامہ اقبال اور ڈاکٹر محمد عین تاثیر جیسے تعلیم یافتہ مسلمان شاتم رسول کو جہنم رسید کرنے والے جان باز مسلمانوں کے تحفظ کے لئے سامنے آئے۔

سی این این عربی کی رپورٹ کے مطابق امریکی اخبار وال سٹریٹ جرنل نے گزشتہ دنوں متنازعہ فلم کے پروڈیوسر سام باسل سے ایک انٹرویو لیا ہے۔ اس میں مذکورہ پروڈیوسر کا کہنا ہے کہ میری فلم ایک سیاسی فلم ہے جو اسلام کے منافقانہ چہرے سے نقاب ہٹاتی ہے۔ (نعوذ باللہ) اسلام ایک سرطان ہے جس کے خلاف اپنی بساط کے مطابق کوشش کرنی چاہیے۔ رپورٹ کے مطابق العربیہ نے ملعون پروڈیوسر کے بارے میں جو معلومات جمع کی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ سام نے اسرائیل سے شائع ہونے والے عبرانی اخبار ہارٹز سے بھی ٹیلی فون پر بات چیت کی ہے۔ اس کا ٹھکانہ معلوم ہونے کے باوجود صیغہ راز میں رکھا گیا ہے، اور ہونے والی بات چیت کے کچھ اقتباسات شائع کئے گئے ہیں۔ مذکورہ اخبار سے بات کرتے ہوئے سام باسل نے متنازعہ فلم کی انگریزی سے مصری زبان میں ڈبنگ سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ اس فلم کو ہٹانے کا اعلان کیا ہے۔ اس فلم کی ۱۳ منٹ کی فوٹیج سماجی رابطوں کی ویب سائٹ یوٹیوب پر نشر کی جا چکی ہے۔ یوٹیوب انتظامیہ نے ردعمل کے بعد اس کو ہٹانے کا اعلان کیا ہے۔ ذرائع کے مطابق فلم پروڈیوسر سام باسل مصری عربی لہجے سے واقف ہے کیونکہ فلم کا انگریزی سے عربی میں نہایت مہارت کے ساتھ ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ فلم کا انگریزی مسودہ سام باسل نے خود تحریر کیا ہے جس کی تیاری میں تین ماہ کا عرصہ لگا۔ اس فلم میں ۵۹ فنکاروں اور ۲۵ پس پردہ کیمرہ

میئوں نے حصہ لیا۔ اسکی تیاری پر۵ملین ڈالرز کی لاگت آئی اور یہ ساری رقم امریکہ کے۱۰۰ یہودیوں سے جمع کی گئی۔ معروف گستاخ رسول ملعون پادری ٹیری جونز اس فلم کا ایک کردار ہے۔جس عرصہ میں فلم تیاری کے مراحل میں تھی اس ملعون نے قرآن پاک جلانے کا اعلان کیا تھا۔

''معصوم مسلمان'' کے نام سے بننے والی فلم میں فنکار ٹھیٹ امریکی انگریزی لہجے میں مسلمانوں کو بداخلاق، دہشت گرد اور تفنن طبع کے لئے تشدد کرنے والوں کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اسی موضوع کے اردگرد گھومتی اس فلم کی کہانی میں ایسے مکالمے شامل ہیں جن میں نبی مہربان حضرت محمدﷺ کی شان میں گستاخانہ فقرے اور گالیاں شامل کی ہیں۔ نعوذ باللہ حضور اکرمؐ کا کردار ایک جنسی مریض کی صورت میں دکھایا گیا ہے۔ امریکی وزیرخارجہ ہیلری کلنٹن کا یہ دعویٰ درست نہیں ہے کہ امریکہ میں قابل نفرت فلم بنائے جانے کی ذمہ داری امریکی حکومت پر عائد نہیں ہوتی۔

مصری صدر ڈاکٹر محمد مرسی جو اس واقعہ کے دوران جرمنی کے دورے پر تھے انہوں نے اپنے بیان میں کہا ہمارے نبیؐ ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہیں آپؐ کی ذات گرامی کی حرمت ہمارے لئے سرخ لکیر کی طرح ہے جو اس کے پاس بھی آنے کی جرأت کرے گا ہم اپنی جانوں سے گزر جائیں گے۔ جوشخص ہمارے نبیؐ کی توہین کرتا ہے وہ ہمارا جانی دشمن ہے۔ انہوں نے کہا کہ گستاخانہ فلم بنانے والے لوگ امن عالم کو خراب کرنا چاہتے ہیں اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو آپس میں لڑانا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ اور نہ ان کو زمین پر رہنے کی کوئی جگہ ملے گی۔ بدقسمتی سے ان کے علاوہ کسی مسلم حکمران کو زبانی مذمت کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی۔

امریکہ جو دنیا بھر میں آزادی رائے کا ٹھیکیدار بنتا ہے، اس کے ہاں ہالوکاسٹ کے متعلق بات کرنا آج سنگین جرم ہے۔ ہالی وڈ میں جدید ترین ٹیکنالوجی کے ذریعے دنیا کے تمام موضوعات پر ہر سال ان گنت فلمیں بنتی ہیں لیکن کیا آج تک کسی فلم پروڈیوسر اور ڈائریکٹر کو جرات ہوئی کہ وہ دوسری جنگ عظیم میں یہودیوں کے قتل عام پر بات کر سکے؟ جہاں ایک سچ کے اوپر بات کرنا اتنا بڑا جرم ہے، وہاں دنیا بھر کے 57 مما لک میں پھیلے ہوئے ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمانوں کے دین اسلام کا مذاق اڑانا قابل تعزیر نہیں۔ امریکہ پہلے ہی مسلم مما لک میں سخت غیر مقبول ہے۔

امریکی حکام اور دانش ور ماضی میں بظاہر حیرت کے ساتھ یہ سوال اٹھاتے رہے ہیں کہ آخر پاکستانی ان سے نفرت کیوں کرتے ہیں۔ انہیں اس بے ہودہ امریکی فلم کیخلاف دنیا بھر کے مسلمانوں کے ردعمل سے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اس کا بڑا سبب کیا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ مہذب اور حساس سمجھنے والے معاشروں میں شرانگیزا ور اخلاق سے عاری بعض افراد اور گروہوں نے وقتاً فوقتاً شرانگیز فلمیں ریلیز کرنے اور تصاویر اور کارٹونوں وغیرہ کی اشاعت کو اپنا معمول بنالیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے منصوبہ بندی سے مسلمانوں کو انتہا پسند اور متشدد ثابت کرنے کے لئے ایک مہم چلائی جارہی ہے اور مغربی دنیا کے مفسد گروہ دنیا کو دھکیلتے

ہوئے ’’تہذیبوں کے تصادم‘‘ کی طرف لیے جا رہے ہیں۔

آزادی اظہار کا حق تسلیم لیکن اسے دوسری اقوام کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کا بہانہ بنانا، فساد فی الارض کے مترادف ہے۔ گزشتہ چند برسوں کے دوران اقوام متحدہ کے فورم پر متعدد اقوام اپنی قراردادوں کے ذریعہ اس طرف متوجہ کر چکی ہیں۔ ہم یہاں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن کی ایک قرارداد کی طرف توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں جو 27 مارچ 2008ء کو منظور کی گئی۔ اس میں زور دے کر کہا گیا ہے کہ تمام مذاہب کا احترام اور انکی منافرت سے تحفظ ہی سب کو آزادی فکر اور آزادی ضمیر و مذہب کا حق دلا سکتا ہے۔ ہم بڑے رنج کے ساتھ نشاندہی کرنا چاہتے ہیں کہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ معاشرے میں بھی نفرت کے پیامبر زور پکڑ رہے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل نامعلوم گورے قاتلوں نے سکھ مذہب سے تعلق رکھنے والے چھ افراد کو مسلمان ہونے کے شبہے پر قتل کر دیا۔ ان کا قصور یہ تھا کہ وہ پابند مذہب مسلمانوں کی طرح باریش تھے۔ عالمی برادری کو فساد فی الارض سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ فسادی عناصر کو توہین مذہب سے سختی کے ساتھ روکا جائے۔

☆☆☆

پرفیکٹ چوائس

تین ہزار بالوں کے ٹریٹمنٹ کا بل اور پچیس سو چہرے کی حسن وشادابی کا بل دینے کیبعد وہ مطمئن ہوگئی تھی کہ کل عیدملن پارٹی میں یقیناً اسکی شخصیت خاصی نمایاں ہوجائے گی۔ اس نے تصور میں اپنے آپ کوسلور گرے سوٹ میں سوچا جواس نے کئی ہزارخرچ کر کے بوتیک سے خریدا تھا، اور جس کی سلائی کڑھائی اور انداز میں جدت نے اسکوفوراً ہی اپنا اسیر کرلیا تھا۔ آستین کے ساتھ لگا قیمت کا ٹیگ پڑھ کر لمحے بھرکووہ ٹھٹکی تھی،سوچ میں پڑی تھی۔ دماغ نے سوٹ کے ساتھ کے لوازمات نہ ہونے کے اشارے کھٹا کھٹ دینے شروع کر دیئے تھے۔

''زیور اس کے ساتھ کاتمہارے پاس نہیں۔تمہارا اسکن ٹون اس رنگ میں دکھتانہیں۔ بیمارلگوگی......سینڈل یا چپل بھی خریدنا پڑے گی۔یعنی آٹھ ہزار کے اس سوٹ کے ساتھ سات آٹھ ہزار کاخرچ اورکرنا پڑے گا اور ہوسکتا ہے۔ بل اس سے بھی اوپر کا ہو،سوچ لواچھی طرح......'' دماغ فٹا فٹ معلومات دہراتا ہوا اس کو متنبہ بھی کرر ہا تھا جبکہ دل تھا کہ اس لباس کے طرز اور بناوٹ پر فریفتہ تھا۔ کہیں کہیں ابھرتی چمکتے رنگوں کی کڑھائی اور Patchwork اس کو سرمئی شام میں خوشنما پھولوں سا لگ رہا تھا۔ اس نے ٹرائی روم جا کر بڑی محبت سے اسکو پہنا اورقد آدم آئینے میں اپنا بھرپور جائزہ لیا۔ اس کے سراپے میں عجیب بانکپن آ گیا تھا۔ رنگ بھی اتنا ڈل نہ لگ رہا تھا۔ روشنیوں کا عکس کپڑے سے ٹکراتا ہوااس کے چہرے اور ہاتھوں کے ساتھ برا نہ لگ رہا تھا۔

خواہ مخواہ فکر پال رہی تھی۔ یہ تو عیدملن پارٹی کے لئے پرفیکٹ چوائس ہے۔''

دل میں سرشاری کی لہراٹھی اور آٹھ ہزار نکالنے کا فیصلہ فوراً ہوگیا۔ گھر آ کراس نے احتیاط سے اس سوٹ کو اپنی وارڈروب میں ٹانگا تھا۔ دن کی روشنی میں وہ اتنا شاندار نہ لگ رہا تھا جیسا بوتیک کی سحر بھری روشنیوں نے اس کوجاذب نظر بنایا تھا۔ فکر کی اک لہر اٹھی جسے اس نے نظرانداز کردیا۔

''آپا کی پارٹی میں روشنی کا خاصا خوبصورت انتظام ہوتا ہے۔'' اس نے دل کوتسلی دی اور ایک بار پھر نظر بھر کر سوٹ کو دیکھا۔

ایک دم نگاہ وال کلاک پر گئی۔ بچوں کے اسکول سے واپسی کا وقت ہو چکا تھا۔ اسکول برانچ گھر سے تین منٹ کی ڈرائیو پر تھی۔ وہی بچوں کو پک اینڈ ڈراپ کرتی تھی۔ میاں سے اسکو یہ ہی شکوہ تھا کہ وہ محض کمانے کی مشین بن چکے ہیں۔ نہ اپنے سراپے کی فکر نہ صحت کی۔

میاں کا تصور آتے ہی اس نے ایک گہری سانس لی۔

شادی سے پہلے وہ ان جوڑوں پر حیران ہوتی تھی جہاں حسین بیوی کے ساتھ واجبی سی شکل کا شوہر ہو۔ مگر اب شادی کے دس سال بعد ہی اس کا جوڑ بھی اپنے میاں کے ساتھ اتنا ہی مختلف لگنے لگا تھا۔ عام سا سلیم اور خاص سی رومانہ...... سامنے سنگھار میز پر رکھی بوتل اٹھا کر اس نے اپنے اوپر پرفیوم اسپرے کیا، دھیمی سی خوشگوار خوشبو میں بس کر وہ کمرے سے باہر آ گئی۔

اگلے ہفتے کے لئے اسکی نند کے ہاں سے عید ملن پارٹی کا دعوت نامہ آ چکا تھا۔ جس کے لئے اس نے خاصی عرق ریزی سے سارا سامانِ زینت جمع کیا تھا۔ دو ہی ہفتے تھے۔ ان کی شاپنگ پہلے سے کر رکھی تھی۔ عید کو گزرے ہفتہ بھر ہی ہوا تھا۔ اس نے بھی دعوت نامہ پاتے ہی سوٹ کی خریداری کر لی تھی۔ عید سیزن حال ہی میں اختتام پذیر ہوا تھا۔ ایسے میں فوری طور پر حسب منشاء چیز کا ملنا بھی غنیمت تھا۔ ورنہ اسے کوئی پہنا ہوا لباس ہی اس گرینڈ پارٹی میں پہننا پڑتا۔

سارا خاندان جمع ہوگا۔ سب ایک سے ایک لباس میں ہونگے۔ میں نے اس بار عید پر بھی کوئی اسٹائلش سا سوٹ نہ بنایا تھا۔ لیکن اس پارٹی کی بات اور ہے۔

میاں سے دعوت میں جانے کے لوازمات کی خریداری کے لئے رقم مانگتے ہوئے وہ خوب پر جوش تھی۔ سلیم نے نگاہ ٹی وی سکرین سے ہٹا کر اپنی انارکلی کو دیکھا اور والٹ سے رقم نکال کر تھما دی۔

''بس؟؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے میاں کو دیکھا جو ٹی وی میں گم تھا۔ ''اس میں تو کچھ بھی نہیں آئے گا۔''

''ابھی عید پر اتنا خرچ ہو چکا ہے اس سے زیادہ فی الحال نہیں ہوسکتا۔'' قطعی انداز میں کہتے ہوئے سلیم نے روکھا انداز کرلیا۔ تو وہ ناگواری سے پیسے تھامتی اٹھ گئی۔

''انکی ہی عزت میں اضافہ ہوگا اگر گھر والے ڈھنگ سے جائینگے۔ مگر یہ بات سمجھ ہی نہیں آتی۔'' سیل فون کانوں سے لگائے وہ مغموم سی آواز میں ماں سے میاں کی شکایت کر رہی تھی جنکا دل بیٹی کی دکھی سی آواز سن کر داماد کی طرف سے غبار آلود ہونے لگا۔

''پانچ ہزار میں سب کچھ کیسے ہوگا۔ یہی میری عقل میں نہیں آ رہا۔'' رومانہ نے پھر شکوہ دہرایا۔ تو ماں رقم کی مقدار سن کر سنبھل گئیں۔ ''رومانہ بیٹا پانچ ہزار میں کام ہوسکتا ہے کپڑوں کا، اتنے بھی کم نہیں ایک سوٹ کے لئے۔'' داماد کی جانب سے دل کا غبار چھٹا تو انہوں نے بیٹی کو سمجھانا چاہا۔''

''اف امی وہاں کوئی سر ڈھک کر نہیں بیٹھا میرے میکہ کی طرح کہ بالوں کی طرف سے بےفکری ہو۔ شروع رمضان میں افطار پارٹی کے لئے فیشل کرایا تھا۔ اب پھر کرانا ہوگا۔ کوئی نیا فیشل آیا ہے چاکلیٹ فیشل، پورے پچیس سو روپے وہاں دینے پڑینگے، سنا ہے اس کا رزلٹ امیزنگ ہے۔ یہ سب بھی تو خرچے ہیں یہ بھی رقم سے ہی ہونگے۔'' رومانہ نے جھنجھلاتی آواز میں ماں کو منایا تو وہ محض ہوں کر کے رہ گئیں۔

ماں سے بات کرنے کے بعد اس نے کسی خیال کے تحت میکہ، سسرال کی جانب سے ملی عیدی کا حساب کتاب لگایا تو اس کے پاس آٹھ ہزار کا حساب آیا، پانچ ہزار اس کے پاس پہلے سے جمع شدہ رکھے تھے۔ کُل اٹھارہ ہزار کی رقم سوچ کر

اسکی آنکھوں میں چمک ابھر آئی اور سر سے بوجھ سرکتا ہوا محسوس ہوا۔ اور پھر اٹھارہ ہزار میں سے پورے سترہ ہزار ایک دعوت میں زیبائش کے صدقے پھونک کر وہ پارٹی میں جانے کے لئے تیار ہوئی تو اس شام موسم ابر آلود تھا۔ سب مہمان خزینہ آپا کے ہال نما حصے میں بیٹھنے کے بجائے موسم انجوائے کرنے کے لئے لان میں بیٹھنے کے حق میں تھے۔ ہال کا ماحول روشنیوں اور اے سی کی خوشگوار سی ٹھنڈک نے پرفسوں سا کر رکھا تھا۔ اس کو چھوڑ چھاڑ کتنے ہی ٹولیوں کی شکل میں سرسبز سے لان میں آ گئے۔ ہر لڑکی سنڈریلا اور ہر خاتون ملکہ وکٹوریہ سی شاندار لگ رہی تھی۔ ہر ایک کے انداز میں خاموش دعویٰ تھا۔''ہم سا ہو تو سامنے آئے یہ محفل جو آج سجی ہے......''

بھرپور زیبائش اور آرائش کے ساتھ حسن کا جھرمٹ تھا۔ ایسے میں رومانہ اسی جھنڈ کا حصہ تھی۔ ان میں نمایاں ہونے کا خیال محض فریب نکلا۔

''ارے آج تو آپ بجلیاں گرا رہی ہیں۔''

کسی کے تبصرے پر اس کا دل ہواؤں میں اڑنے لگا۔

اس نے بڑے فخر سے گردن ترچھی کر کے تعریف کرنے والے کو مسکرا کر دیکھنا چاہا تو وہاں اس کے جیٹھ کی بیٹی کسی اور سے مخاطب تھی۔ بہ مشکل اپنے تاثرات کو نارمل رکھتے ہوئے وہ مسکرائی اور مشروب کے گھونٹ بھرتی ہوئی وہاں سے ہٹ گئی۔ سب کے بیٹے، داماد بھی ادھر ادھر ہی موجود تھے۔ لگتا تھا سب ہی ایک دوسرے کے محرم ہیں۔ سب بھابھیاں تھیں ان کے لئے اور سب بہنیں تھیں جنکی خوبصورتی سے لطف لینا قطعاً معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ اسی لئے بنا جھجک خوش گپیاں جاری تھیں۔ آنکھ کا پردہ کیسے ہوسکتا ہے اگر دل میں شیطانی اثرات داخل ہو جائیں! رحمانی ہدایات چھوڑ دینے کے بعد باقی کیا رہ جاتا ہے۔ شر اور شیطان! سو کس کس میں یہ کتنا اثر ڈال رہا تھا، یہ کون جان سکتا تھا۔ ہاں رومانہ لان میں بیٹھنے پر خاصی جز بز تھی۔ گہرے رنگ کا سوٹ دن کی روشنی کے لئے نہیں تھا۔ اسکی خوبصورتی برقی قمقموں کی محتاج تھی۔ اس کے ساتھ کے تمام لوگ لان ہی میں تھے۔ سو وہ بھی یہاں ہونے پر مجبور تھی۔ اس کے خوبصورت بالوں کی بھی کسی نے ابھی تک تعریف نہ کی تھی۔

''ہنہ! دیکھ رہے ہیں لیکن تعریف نہیں کریں گے بخیل!'' رومانہ نے نگاہیں ملنے پر سامنے بیٹھے گروپ کو دیکھ کر سوچا جس میں اس کی منجھلی نند اور بیٹیاں بیٹھی تھیں۔

ان سے کچھ ہی فاصلے پر بھابھی ثمر تھی، اسکی دیورانی، سادہ سے چہرے کے گرد نماز کی طرح دوپٹہ لپٹا تھا۔ دونوں کمسن بچیاں بھی اردگرد کھیل رہی تھیں۔ اس نے رومانہ نے کو مسکرا کر دیکھا اور ہاتھ کے اشارے سے بلایا۔ رومانہ کو فت سی محسوس کی۔ کچھ لوگوں کو اپنے آپ کو نمایاں کرنے کا فضول شوق ہوتا ہے۔'' اس نے دل میں تبصرہ کرتے ہوئے ثمر کی جانب قدم بڑھائے۔ نمایاں کرنا کیا ہوتا ہے یہ الگ بحث طلب بات ہے مگر اس وقت رومانہ کو ثمر کا یوں بیٹھنا اپنے آپ کو نمایاں کرنا لگا۔

''ویسے ان کے پاس ہے ہی کیا جو اس حلیہ میں نہ بیٹھیں...... نہ سلکی بال اور نہ میک اپ سے ابھر آنے والے نقش۔'' اس نے ثمر کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے سوچا اور چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ سجائی۔

''رومی آپکا سوٹ بہت اسمارٹ سا ہے، مجھے دیجئے گا

میں اپنے درزی سے سلوالونگی۔'' ثمر نے ایک آدھ ادھر ادھر کی بات کر کے بڑی غیر متوقع بات کی تو رومانہ کچھ حیران سی رہ گئی۔ رومانہ کی شیفون کی باریک آستینوں سے اسکے خوبصورت بازو جھلک رہے تھے۔اس انداز کے کپڑے اس نے ثمر کو پہنے نہیں دیکھا تھا۔ اس وقت بھی وہ مہندی رنگ کے کاٹن سوٹ میں تھی جس پر بلاشبہ نفیس سی کڑھائی تھی۔ شاید اس کا سوٹ شاندار لگتا اگر وہ اس طرح واعظہ کے حلیہ میں نہ بیٹھی ہوتی۔شکل صورت بھی حسین نہیں تو عمومی بھی نہ تھی لیکن ''محفل میں مختلف بننے کا شوق ہے محترمہ کو۔'' رومانہ نے باتوں کے درمیان ایک بار پھر ثمر کے حلیہ کا تنقیدی جائزہ لیا۔ ایسے میں اسکی نگاہ ثمر کی انگلی میں پہنے چھلّے پر ٹک گئی۔ منفرد سا یہ چھلّا بلاشبہ مصنوعی زیور نہ تھا۔چھوٹے چھوٹے عمدہ کوالٹی کے نگینے اس میں تھے جو اسکی مخروطی انگلیوں کی شان بڑھا رہے تھے۔

''یہ چھلّا بہت خوبصورت ہے کتنے کا لیا تم نے؟ سونا اتنا مہنگا ہوگیا ہے کہ ایک ہلکی سی انگوٹھی بھی پندرہ ہزار سے کم کی نہیں آتی۔'' سوال اور ساتھ ہی تبصرہ کرتے ہوئے رومانہ کے لہجے میں خاصا رشک آ چکا تھا۔

ثمر نے دھیمے سے مسکراتے ہوئے چھلے کو خوامخواہ چھیڑا کل ہی لیا ہے بیس ہزار کا۔ ہماری شادی کی سالگرہ تھی۔ کچھ رقم مبین نے دی اور کچھ میری تھی۔ ملا کر یہ لے لیا۔''

ثمر کے جواب نے رومانہ کو لمحہ بھر خاموش کر دیا۔ اسے بے اختیار اپنے اٹھارہ ہزار یاد آ گئے جو اس نے دعوت کو دان کر دیئے تھے۔ اسے خوامخواہ ثمر سے چڑ ہونے لگی۔ وہ اٹھنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ تیز پھوار سے ہڑبڑا گئی۔ سامنے ہی محفل میں شریک مہمانوں میں سے کوئی بچہ اسپرے گن لئے لوگوں پر پانی کا چھڑکاؤ کرتا ہوا جا رہا تھا۔ کچھ محظوظ ہو رہے تھے کچھ کی پیشانیاں شکن آلود ہو چکی تھیں۔ دھیما دھیما سا شور بلند ہونے لگا۔ رومانہ نے ناگواری سے گردن موڑ کر کندھے سے پیچھے دیکھنا چاہا جہاں قمیض خاصی گیلی ہو کر دھبا سا لگ رہا تھا۔

''لیجئے اس سے خشک کر لیجئے، جلد سوکھ جائے گا۔'' ثمر نے اسکی جانب ٹشو بڑھاتے ہوئے نرمی سے کہا جسے اس نے نظر انداز کر دیا۔

''تم پر نہیں آیا پانی؟'' بچے کو اپنی ماں کی ناراضگی تلے آتا دیکھ کر رومانہ نے سکون کا سانس لیتے ہوئے ثمر سے پوچھا جو بدستور پرسکون بیٹھی تھی۔

''آیا ہے لیکن دوپٹہ پر، اتنا خاص پتہ نہیں چلا۔میٹریل غف ہے،اس نے آسانی سے جذب کر لیا۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے کندھے سے نیچے گلے کی طرف اشارہ کیا جہاں خاصا گیلا تھا۔ اگر ثمر نے دوپٹہ اس طرح نہ پہنا ہوتا تو اسکی شرٹ خوب گیلی ہو چکی ہوتی۔

''بچے نے بھی لگتا ہے ہمیں تاک کر نشانہ بنایا ہے۔ رومانہ ہر ایک پر تو اتنا پانی نہیں ہے۔'' رومانہ نے تنک کر کہا تھا۔

ثمر مسکرا کر چپ رہی۔ بے اختیار اسے کچھ دیر قبل دیکھا گیا منظر یاد آ گیا تھا جب شوخ سا وہ جوان لڑکا جو خاندان بھر میں چنچل ہونے کی بنا پر مقبول تھا اس بچے سے ایک کونے میں کھڑا کچھ باتیں کر رہا تھا ایسے جیسے اسے کچھ سمجھا رہا ہو۔ کبھی کبھی ہاتھ اور آنکھ کے اشارے سے وہ

مہمانوں کی طرف اس بچے کومتوجہ کرتا اور پھر کچھ کہتا اس کے کچھ دیر بعد ہی اس ہدایتیں لینے والے بچے نے یہ حرکت کی تو ثمر کو اندازہ ہوا کہ واقعی یہ ''ٹارگٹ اسپرے'' تھا۔ رومانہ کی پشت پر یہ سب کچھ ہورہا تھا وہ قطعاً یہ منظر نہ دیکھ سکتی تھی ورنہ اس کا خیال صحیح ہی تھا کہ تاک کرنشانہ بنایا ہے۔

''وہ سب جو کچھ خاص لگ رہے ہیں سب کی تعریف اسی طرح کی گئی ہے۔'' ثمر نے دھیمے سے ہنستے ہوئے رومانہ کو دیکھا جو کپڑے جھاڑتی کھڑی ہوچکی تھی۔ سوٹ پر پانی نے جگہ جگہ دھبے سے ڈال دیئے تھے۔ کھانے پینے کا دور شروع ہو چکا تھا۔ سب ہی ادھر متوجہ ہوگئے تھے۔ لذت کام ودہن کا بھرپور انتظام تھا۔

پارٹی میں جانے کے لئے وہ جتنی پرجوش تھی، واپس آ کر کوئی خاص فرحت نہیں محسوس ہورہی تھی۔ سراہے جانے کی جتنی خواہش کے ساتھ اس نے تیاریاں کی تھیں۔ وہ حسب منشا پوری نہ ہوئیں۔ ثمر کی انگلی میں پہنا وہ طلائی چھلا بھی دل میں انگارہ سا بنا ہوا تھا۔ وہ یاد کررہی تھی کہ شریک محفل حضرات میں سے کچھ کا دیکھنا اسے خاصا جزبز کررہا تھا۔ خاصی بے باکی سے وہ خواتین کے سراپے کا معائنہ کرتے نظر آرہے تھے۔

''جتنا تفصیلی یہ دیکھ رہے ہیں مجھے لگتا ہے یہ بھی معلوم ہو چکا ہوگا کہ میرے سر میں جوئیں کتنی ہیں۔'' طیورہ عبدالرحمٰن نے رومانہ سے سرگوشی کرتے ہوئے اپنی کرسی کا رخ پھیرلیا تھا۔ تو رومانہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''کیا واقعی تمہارے سر میں جوئیں ہیں؟'' وہ بے ساختہ پرے کھسکی تو طیورہ نے قہقہہ لگایا۔ ''ہاں اور آج یہ تمہارے سر میں چلی جائیں گی۔''

شوخی سے کہتے ہوئے وہ ایک بار پھر ہنس پڑی۔ ٹی پنک جارجٹ کے جدید تراش خراش کے سوٹ میں وہ کوئی اپسرا الگ رہی تھی۔

''اوہو بھئی یہاں تو پریاں بیٹھی ہیں۔'' سلیم نے رومانہ کے قریب بیٹھتے ہوئے تبصرہ کیا تو اس نے حیرت سے میاں کو دیکھا۔

گھر پر تو ایسا کوئی لقب نہیں ملا تھا۔ یہ شاید طیورہ کے لئے ہے۔ اس نے بے ساختہ سوچا جبکہ طیورہ کے چہرے پر خوشگواری سی چھا گئی۔

''اعزاز دینے کا شکریہ، افسوس میرے پاس پری کی چھڑی نہیں۔'' اس نے ایک ادا سے اپنے بالوں کو جھٹکا تو سلیم کی نگاہیں چمکنے لگیں اور رومانہ کلفت زدہ ہوگئی۔

''تمہارے شوہر نہیں آئے؟'' اس نے موضوع تبدیل کرنے کے لئے طیورہ سے سوال کیا اور قریب سے گزرتی ہوئی ثمر کو دیکھا ''ثمر کتنی پرسکون لگتی ہے، لگتا ہے جیسے فیشن اس کے لئے کوئی معنیٰ ہی نہیں رکھتا۔'' طیورہ نے اس کے باوقار سے شلوار قمیض اور سر سے لپٹے دوپٹہ والے حلئے کو دیکھتے ہوئے سرسری سے انداز میں کہا، شاید وہ رومانہ کے سوال کا جواب نہیں دینا چاہتی تھی۔ رومانہ نوٹ کررہی تھی کہ کسی بھی مرد کی نگاہیں ثمر کے سراپے میں نہیں اٹک رہی تھیں۔

''اور ہے بھی کیا چیز جو لوگ دیکھیں۔ نہ لباس، نہ آرائش، لگتا ہے بس منہ دھویا اور آ گئی۔'' اس نے کڑوا ہو کر سوچا تھا۔

پارٹی کو بیتے ہفتہ بھر گزر گیا لیکن کسی نہ کسی حوالے سے وہ محفل رومانہ کی گفتگو کا حصہ بنی رہی۔خزینہ آپا کے ہال کے نئے فرنیچر سے لے کر انکے لان کی عمدہ گھاس پر بھی تبصرہ کیا گیا۔ پودوں کی ترتیب، فرداً فرداً سب کے ملبوسات انکے انداز نشست و برخاست پر باریک بینی سے تجزیہ ہوا۔ سلیم نے بھی خوب دلچسپی سے حصہ لیا۔''فلاں میں میچنگ کی حس اچھی ہے، فلاں کی مہندی بازو میں خاصے اوپر تک لگی تھی،سرخ رنگ کی لپ اسٹک اس پر سوٹ کر رہی تھی۔ فرحان کو مائرہ بھابھی جیسی طرحدار لڑکی کی ہی تلاش ہے......''

غرض خوب خوب گزرے وقت کی یادوں کو دہرایا گیا۔سلیم ہی سے رومانہ کو پتہ چلا کہ محفل میں شریک پریوں اور جل پریوں میں سے کون کس کی مرکز نگاہ بنی ہوئی تھی۔لمحہ بھر کو یہ سب سن کر اس کے جسم میں سنسناہٹ ہوئی لیکن پھر اس نے ذہن جھٹک دیا۔''کسی کی سوچ اور زبان پر ہمارا اختیار تو نہیں، مرد ہوتے ہی ایسے ہیں۔'' وہ اس وقت کسی تقریب میں جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی۔آنکھوں میں مسکارے کا کوٹ لگا کر اس نے شیشے میں ابھرتے میاں کے عکس کو دیکھا جو اسکے انتظار میں تیار بیٹھے موبائل کے ساتھ مصروف تھے۔شاید فوٹوز دیکھ رہے تھے جو انکو عید ملن پارٹی یاد آ گئی تھی۔

''طیورہ سے آج ملاقات ہو تو زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کرنا،چھچھورا سمجھے گی۔''

تیاری کا فائنل ٹچ دیتے ہی وہ بظاہر ہلکے پھلکے لہجے میں بولی تھی لیکن کڑواہٹ وہ اپنے اندر محسوس کر رہی تھی۔خزینہ آپا کے پڑوسی جیٹھ کی بیٹی طیورہ انکے ہر فیملی فنکشن میں مدعو ہوتی تھی۔ وہ کیا بلکہ جیٹھ کی پوری فیملی کو وہ ہمیشہ ہی ساتھ رکھتی تھیں۔ بجلیاں گرانے کا ہنر اس نے جانے کب سیکھا، ورنہ پہلے تو وہ سیدھی سادھی عام سی ہی لگتی تھی، بے ضرر۔ رومانہ نے خزینہ آپا کے گھر میں بھی اسے کبھی جلوے بکھیرتا نہ دیکھا تھا۔ نہ جانے یہ تبدیلی کب آئی اس میں، رومانہ نے طیورہ اور سلیم کے پارٹی میں جملوں کے تبادلے کو ذہن سے جھٹکا اور پرفیوم اسپرے کرتے ہوئے دوپٹے کو کندھے پر ڈال لیا۔سلیم نے خوشبو محسوس کر کے نگاہ اسکرین سے ہٹائی، نظر بھر کے بیوی کو دیکھا۔

سنڈریلا لگ رہی ہوں نا؟ رومانہ نے پسند کی لہریں محسوس کرتے ایک ادا سے گھومتے ہوئے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ سنڈریلا!! نہ نہ سانڈریلا ہو گئی ہو اب تو۔''

رومانہ کا دل جل جل کر خاک ہو گیا اس جواب پر،''ہنہ اپنی بیوی سانڈریلا، دوسری عورتیں مارلن منرو!''،کلستی ہوئی وہ کمرے سے باہر آ گئی۔

سارے راستے وہ خاموش رہی، شادی کی تقریب تھی۔مختلف لوگوں سے ملاقات کرتے ہوئے وہ سب کچھ بھول بھال چکی تھی۔

''خوش قسمت ہو یار! رومانہ بھابھی جیسی اسمارٹ بیوی ملی ہے۔ اس نے سنا کوئی اسکے میاں سے کہہ رہا تھا۔فخر کی لہریں اس کے اندر رواں ہو گئیں اور چال میں خود بہ خود ایک ادا آ گئی۔تقریب بے حد پر لطف تھی۔کتنے ہی لوگوں نے اسے احساس دلایا کہ وہ اگر سنڈریلا نہیں تو مدھوبالا تو ضرور لگتی ہے۔ ہر تعریف پر اسکا خون سیروں بڑھ

رہا تھا۔ اب چاہے میاں طیورہ عبدالرحمٰن سے دل لگیاں کرے یا ثنا پاشا کے ساتھ خوش اخلاقیاں خوامخواہ کی دکھلائے، وہ بھی دوسروں سے سیرابی جارہی تھی۔ اس کے میاں کے دوست نے کتنی شائستگی سے اسکی تعریف کی تھی۔ دوسرے نے اسکو سالگرہ وش کی تھی اور کہا تھا کہ یہ ہیر کٹ اس پر سوٹ کررہا ہے۔ ایسے ہی کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ، کتنے ہی اسکے قدردان تھے، یہ احساس اسکے لئے بڑا ہی سرور انگیز ہورہا تھا۔

اچانک اسکی نظر ایک جگہ ٹک گئی۔ ساری حسیات جیسے اس شخص کی طرف منتقل ہوگئیں۔ کائنات کی گردش، اسے لگ رہا تھا، تھم چکی ہے۔ کیا یہ اسکا الوژن تھا یا واقعی وہاں جنید خان کھڑا تھا...... آج بھی اتنا ہی باوقار لگ رہا تھا جتنا برسوں قبل، آج بھی اس میں رعب کی دھیمی سی جھلک تھی جو مخاطب کو حد سے گزرنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ اور آج بھی رومانہ کا دل اس کو دیکھ کر اسی طرح دھڑکا تھا جیسے اس کے ساتھ عرصہ ملازمت میں وہ محسوس کرتی تھی۔ اس نے کتنی شدت سے جنید کے ساتھ کی تمنا کی تھی۔ لیکن لگتا ہے وہ ''عورت پروف'' ہے۔ نہ خود بے تکلف ہوتا نہ کسی لڑکی کی مجال تھی کہ جنید خان سے ادھر ادھر کی کوئی بات کرسکے۔ رومانہ نے بھی جرأت دکھانے کی کوشش نہ کی، ہاں دل پر زور نہ تھا مگر اس وقت اس کے قدم بے اختیار اس جانب اٹھتے گئے جہاں وہ کھڑا سگریٹ سلگا رہا تھا۔

رومانہ پر نگاہ پڑتے ہی اس کے ہونٹ مسکراہٹ کے سے انداز میں دھیمے سے پھیلے اور اور اس نے سگریٹ بجھا دیا۔

''کیسے ہیں آپ؟'' اس نے جیسے سرگوشی کے سے انداز میں پوچھا۔ ''اچھا ہوں...... آیئے اپنی بیوی سے ملواؤں۔'' رومانہ کی محویت کو محسوس کرکے وہ یکدم سنبھل کر بولا تو اس نے گردن ترچھی کرکے اسکے ہاتھ کے رخ پر دیکھا اور ایک گہری سانس لی۔ وہ آج بھی فاصلے کا قائل تھا، حد بندی رکھے ہوئے تھا رومانہ کی بے ساختگی ظاہر ہونے کے باوجود اس میں دراڑ نہ آئی تھی۔ ہاں وہ مسکرایا، پہلی مرتبہ تھا۔ وہ جیسے سحر زدہ سی اسکے ساتھ چل رہی تھی۔

''رقیہ! ان سے ملو یہ ہیں رومانہ، میری پرانی کولیگ......'' وہ اور کیا کہہ رہا تھا رومانہ کے کان کچھ نہ سن رہے تھے۔ وہ تو بس ٹکٹکی باندھے ان بھوری آنکھوں کو دیکھ رہی تھی جس کے علاوہ اس کا تمام چہرہ نقاب میں محفوظ تھا۔ لمحہ بھر کو اس نے نقاب کھسکایا تھا اور ایک بجلی سی کوندی تھی۔ ''تم! تم! رقیہ وقار ہونا؟'' رومانہ کی آواز میں لرزش تھی اور رقیہ نے بنا جواب دیئے گردن کا خفیف سا اشارہ کیا۔

''اور تم رومانہ!''

''آپ دونوں ایک دوسرے کو جانتی ہیں یہ تو بہت اچھا ہے۔'' جنید خان نے خوشگوار لہجے میں کہا ''رقیہ گوہر نایاب ہیں...... اچھا ہے آپکی ان سے آشنائی ہے۔'' اپنی بیوی کی تعریف کرتا ہوا وہ بے حد مطمئن لگ رہا تھا۔ یہ میرا کارڈ ہے ہم دونوں ایک ہی بینک میں کام کرتے ہیں۔ بچے ہمارے ہیں نہیں ابھی تک، گھر میرا وہی ہے جو دس برس قبل تھا۔ اپنے بارے میں روبوٹ کی طرح معلومات دیتا ہوا وہ دھیمے سے ہنس پڑا تو بے ساختہ رومانہ نے رقیہ کو دیکھا جس کی آنکھیں سمٹ گئی تھیں۔ وہ بھی یقیناً مسکرا رہی تھی۔ خود بھی

بدقت مسکراتے ہوئے اس نے اس ستم گر کونظر بھر کرایک بار پھر دیکھا جو رقیہ کا نصیب بن گیا تھا اور رقیہ سے ہاتھ ملاتی نشست سے اٹھ گئی۔

رقیہ کے ہاتھ میں اسے آج بھی وہ نمی محسوس ہوئی جو کالج کے زمانے میں تھی، لگتا تھا جیسے تازہ تازہ موئسچرائزر لگایا ہو،لمحوں کی اس ملاقات میں رقیہ نے بمشکل ہی کچھ بولا تھا، بولی تو رومانہ بھی گنے چنے لفظ تھی، بس ایک خواب کی سی کیفیت میں وہ جنید خان کی موجودگی محسوس کررہی تھی۔

''انکے لئے تو کوئی مدرسے سے نکلا مولوی ہی آئے گا......خوبصورتی ہوتو بندہ اتنے نقابوں میں بھی رہے، اب ہم جیسے عام لوگ بھی اگر پردہ دار بیبیاں بن گئے تو کرلیا ہم کو کسی نے پسند!''

دوستوں کے ساتھ خوش گپیاں کرتے ہوئے رومانہ اور مومنہ کو رقیہ کے شرعی پردہ پر اعتراز ہوتا۔ وہ پانچ کے گروپ میں سے ایک واحد تھی جو مکمل پردہ کرتی تھی۔ چادر سے اس کا لپٹا وجود اکثر ہی باقی چار کو کوفت زدہ کردیتا تھا اور وہ رقیہ کو اسکے مستقبل سے ڈراتی تھیں کہ ''کون ہوگا جسے وہ پسند آئے گی۔اب دیکھو میں عمومی شکل وصورت کی اگر اتنے اسٹائل میں نہ رہوں تو بھنگن لگوں گی۔'' ناہید زبیری بڑی صاف گوئی سے اپنے خوبصورت بالوں کو جھٹکتی اور اپنے تیئں بڑا ہی مخلصانہ اور مدلل مشورہ رقیہ کو دیتی جسے سن کر وہ سنجیدہ ہی رہتی۔

نیڈ وتم کو کس نے کہا رب کی مانو تو رب تنہا چھوڑ دیتا ہے۔اسکی مانو تو قسم سے بند راستے بھی کھلتے چلے جاتے ہیں۔ وہ خود نور ہے تو نور ہی بندے میں آجاتا ہے۔'' رقیہ کے لہجے میں اتنا یقین ہوتا کہ سب متفق نہ بھی ہوتے تو خاموش ہوکر اسے اسکے حال پر چھوڑ دیتے۔

وہی عمومی سی رقیہ...... وہی بوٹے قد کی رقیہ جس نے بس لمحہ بھر کو نقاب ہٹایا تھا تو نور جیسے اس کی شکل سے پھوٹتا محسوس ہورہا تھا، وہ حسن جو نہ سنڈریلا میں تھا اور نہ باربی میں، نہ اسے کوئی کمتر جوڑ ملا تھا اور نہ ناقدرا ہمسفر، اس نے رب کے احکامات پر سرتسلیم خم کیا تو رب نے اسکو ایک قابل شخص کے لئے گوہر نایاب بنادیا۔ انسانی عقل کے کسی بھی معیار کے تحت جنید خان جیسا قابل اور دلکش سراپا رقیہ کا نصیب بننا ناممکن تھا۔لیکن پھرایسا کیوں؟

رومانہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی گردوپیش سے بے نیاز بس یہ ہی سوچ رہی تھی۔ جنید خان سے ملاقات سے وہ شکستگی محسوس نہ کرتی لیکن رقیہ کو اسکی بیوی کے روپ میں دیکھ کر اسے روشنیاں ماند ہوتی محسوس ہورہی تھیں۔''رب کی مانو تو وہ خوب نوازتا ہے۔'' رقیہ کی آواز اسکے کانوں میں ابھری۔ بےاختیار اسنے پلٹ کر رقیہ کو دیکھا۔ رنگ برنگی اس تقریب میں جہاں خوب بے حجابی تھی وہ حجاب میں مطمئن تھی۔ جنید خان ہنستے ہوئے اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ بے اختیار اسکے ہاتھ کندھے پر ٹکے دوپٹے کی جانب گئے اور اسنے اسے سر پر ڈال لیا۔

''رقیہ ہی جنیدخان کے لئے پرفیکٹ چوائس ہے۔'' قریب لگے قدآدم آئینے میں رومانہ نے خودکو دیکھتے ہوئے سوچا اور ایک گہری سانس لے کر دوپٹہ کو مزید پھیلا لیا۔ کچھ فاصلے پر موجود ان بھوری آنکھوں نے رومانہ کا ڈھکا سر دیکھا تو دل سے اس کی استقامت کیلئے دعا کی۔ ربنا

لاتزغ قلوبنا بعد اذهديتنا!

☆☆☆

ام ایمان

صبحِ تمنا

''بھابی میرے ساتھ لیاقت بازار چل رہی ہیں؟'' صُفہ نے معصوم سی صورت بنا کر پوچھا۔

میرے کام کے وقت کیسی رکھائی دکھاتی ہے۔اب اپنا کام پڑا ہے تو معصوم شکل بنا کر آ گئی۔

''کیوں جانا ہے؟ تمہیں پتا ہے نا تمہارے بھائی رمضان میں بازار جانے کے سخت خلاف ہیں۔''

''ان سے میں اجازت لے لوں گی۔بس آپ تیار ہو جایئے۔''

اچھا پہلے پوچھ لو......امی جان سے بھی پوچھ لینا۔''

''آپ فکر نہ کریں میں سب کو راضی کر لوں گی۔آپ اپنی تیاری بھی دیکھ لیں۔فوزی اور بیلا کی بھی۔''

میں اس کو دیکھتی رہ گئی اور وہ چھلاوے کی طرح باروچی خانے سے غائب ہو گئی۔ گوشت کو دھوتے ہوئے مجھے اس کی مہک سے ابکائی سی آئی...... کچے گوشت کو دھونا مجھے ہمیشہ سے ایسے ہی پریشان کرتا تھا۔اب تو پھر بھی کچھ عادت سی ہو گئی تھی۔ بھلا سسرال میں یہ سارے نخرے کہاں چلتے ہیں۔ مجھے صُفہ کی پیش کش کا خیال آ گیا۔ میرے کپڑے تو سلے سلائے امی جان بابا کے ساتھ آ کر دے گئی تھیں۔فوزی کا کرتا شلوار اور بیلا کی فراک بھی تھی لیکن بچوں کیلیئے ایک سوٹ کافی کہاں ہوتا ہے، اگر ایک سرمد خرید وادیں تو اچھا رہے گا۔آخر سرمد کو خود خیال کیوں نہیں آتا۔کم حیثیت باپ بھی عید پر بیوی بچوں کی فکر کرتے ہیں لیکن انہیں تو یہ اپنی ذمہ داری ہی نہیں لگتی۔ میں نے ہمیشہ انہیں اپنی ضروریات کیلیئے احساس دلانے کی کوشش کی لیکن خود سے انہیں کبھی احساس نہ ہوا۔ میرے دل پر گہری افسردگی چھا گئی۔

ماں باپ نے زور زبردستی سے شادی کی تھی۔ یہ بات مجھے بعد میں پتہ چلی کہ سرمد شادی پر راضی نہیں تھے۔ یہ نہ تھا کہ کہیں اپنی پسند سے شادی کرنا چاہتے تھے۔دراصل یہ ابھی شادی کرنا ہی نہیں چاہتے تھے۔انہیں پڑھنا تھا اپنے مستقبل کی فکر تھی۔ شادی کے بعد میں نے انہیں اپنی پڑھائی کی طرف سے ہمیشہ ہی فکر مند پایا۔بی کام کو وہ معمولی تعلیم سمجھتے تھے۔ان کا ارادہ باہر جا کر پڑھنے کا تھا۔ ماں باپ نے باہر جانے کی منصوبہ بندی دیکھی تو جلدی سے پاؤں میں بیڑیاں ڈالنے کا سوچا۔لیکن شادی کے بعد پڑھنا آسان تو نہیں ہوتا جب کہ ساتھ نوکری بھی جاری ہو۔شوق اور لگن تو تھی لہٰذا مستقل مزاجی سے لگے رہے۔ البتہ نقصان سارا میرا ہوا۔ سرمد کی نظر میں میرے لئے تو کیا بچوں کے لئے وقت نہ تھا نہ کوئی اہمیت تھی۔نوکری کے بعد کا وقت ان کی پڑھائی کا تھا۔ نوکری بھی معمولی تھی لہٰذا وہ بھی زیادہ ترفیسوں پر اٹھتی یا

کتابوں اور ٹیوشن پر...... میرے اور بچوں کے اخراجات کے لئے کچھ خاص رقم نہ بچتی۔ گھر مشترکہ تھا۔ اخراجات کھانا پینا ساس سسر کے ذمہ تھے۔ وہ بھی خرچ میں زیادتی کے باعث پریشان ہی رہتے تھے۔ سرمد بڑے تھے ان کے بعد تین بہنیں اور دو بھائی ......ایک بہن کی شادی ہوگئی تھی، دو کی کرنی تھی۔ دونوں بھائی بھی ابھی پڑھ رہے تھے۔ یعنی ہر طرف ابھی خرچ ہی خرچ تھا۔ آمدنی کی جس سے امید تھی وہ بھی اپنی پڑھائی کی طرف متوجہ تھا۔ شادی خود زبردستی کی تھی لہٰذا کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے۔ میں تو ان کے لئے ایک اضافی بوجھ تھی جس کو وہ اٹھا رہے تھے۔ لہٰذا رویئے میں تلخی تو تھی ہی لیکن ایک بے رخی کا احساس بھی تھا۔

شاید اس لئے کہ وہ چاہتے تھے کہ سرمد اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرلے، پڑھائی کا خواب دیکھنا چھوڑ دے اور بیوی بچوں کے خرچ پر دھیان دے۔ دوسری طرف سرمد سمجھتے تھے کہ اگر زبردستی شادی کی ہے تو اب بھگتیں بھی...... بس بیچ میں میں ماری گئی تھی۔ معاملات کو بہتر کرنے کیلئے میں نے گھر کے کاموں میں دلچسپی لی تو سارے کام آہستہ آہستہ مجھ پر ہی ڈال دیئے گئے۔ صفّہ اور شفا جب دل چاہتا آکر باورچی خانے میں مدد دے دیتیں ورنہ سارا مجھے ہی سنبھالنا ہوتا۔ اس دوران تین سال گزر گئے۔ فوزی اور بیلا کی آمد سے مصروفیات میں اور اضافہ ہوگیا لیکن سرمد کے انداز نہ بدلے۔ بلکہ اب تو چاہتے تھے کہ بچے کمرے میں زیادہ نہ رہیں رونا دھونا نہ کریں، پڑھائی میں مشکل ہوتی ہے۔

''باہر ہی سلا دیا کرو۔ پڑھائی میں مشکل ہوتی ہے۔''

''بچوں کو لے کر باہر چلی جاؤ کمرے میں رہنا ہے تو ان کے منہ بند کرواؤ۔'' ان کے ایسے جملے سن کر میرا دل جل کر رہ جاتا۔ لڑنا چیخنا چلانا میری فطرت میں نہ تھا، نہ میں ایسا کرسکتی تھی۔ ہمارے گھر میں تو بابا امی نے کبھی اونچی آواز میں آپس میں بات نہ کی تھی۔ سرمد کو دھیمے سے سمجھانے کی کوشش کرتی تو صاف کہتے کہ میری تعلیم میرا خواب ہے، اس کی تعبیر مجھے اپنی محنت سے بنانی ہے۔ تمہیں اگر یہاں کچھ پریشانی ہے تو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاؤ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

یہ شوہر حضرات کتنے آرام سے کہہ دیتے ہیں، ماں باپ کے گھر چلی جاؤ۔ میں سوچتی ہوں یہ جملہ تو ان کے پاس ہر وقت ایک ہتھوڑے کی طرح رہتا، جب چاہا برسا دیا۔ بھئی کیسے چلی جائیں۔ ہمارے ماں باپ نے اتنی مشکل سے تو ہماری شادیاں کی ہوتی ہیں، ہم پھر جا کر ان کے سر پر سوار ہو جائیں۔ مجھے اپنی دونوں بہنیں فرح اور شیما کی یاد آئی ان کی شادیاں طے تھیں اگلے سال سردیوں میں...... میں اگر یوں ماں باپ کے گھر بیٹھوں گی تو ان پر کیا اثر ہوگا۔ امی کہتی ہیں کہ پہلی بہن کا بسنا یا نہ بسنا بعد کی بہنوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔

دراصل امی کو بھی میری حالت زار کا اندازہ ہوگیا تھا۔ لہٰذا وقتاً فوقتاً صبر اور برداشت کی اہمیت اور اپنے گھر میں بسے رہنے اور حالات کا مقابلہ کرتے رہنے کے لیکچر ملتے رہتے تھے۔ میں سب کچھ سمجھتی ہوں وہ نہیں چاہتیں کہ میں ان کے در پر جا کر پڑوں......رشتوں کے ان انوکھے رویوں اور بے اعتنائیوں کے انداز پر میرا دل اندر ہی اندر کڑھتا،

بے بس سا محسوس کرتی۔ بچوں کی شکل دیکھتی تو پوری طرح ہتھیار ڈال دیتی۔ وقت جیسا ہے ویسا ہی گزرے گا اس میں بہتری آنا مشکل ہے۔

گوشت چڑھا کر باہر نکلی تو صُفّہ اور شفا بازار کیلئے تیار تھیں۔ اجازت بھی لے لی تھی۔ ہفتے کا دن تھا۔ سرمد گھر پر ہی تھے۔ سوچا کہ کوشش کرتی ہوں، خالی ہاتھ بازار جانا مشکل ہے۔

یہ سوچ کر کمرے میں آئی۔ کتابوں میں منہ دیئے سرمد بستر پر نیم دراز تھے۔ فوزی سو رہا تھا بیلا باہر دادی کے پاس تھی۔

''صُفّہ بازار کے لئے کہہ رہی ہے۔''

''چلی جاؤ۔''

''ایسے ہی خالی ہاتھ......؟ عید کے لئے کپڑے لینے ہیں۔''

''اوہو! تمہاری امی دے تو گئی ہیں سب کے جوڑے پھر کیا ضرورت ہے۔'' سرمد نے کروٹ بدل لی۔

میری آنکھیں برس پڑیں......کیسا باپ ہے!

ارے یاد آیا گوشت چڑھا کر آئی ہوں جل نہ جائے!

آنسو پونچھتی ہوئی باہر نکلی تو صُفّہ سوالیہ نشان بنی کھڑی تھی۔

صُفّہ میں نہیں جاسکوں گی۔ سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔''

گوشت بھونتے ہوئے میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

لو جی اس کا بھی موڈ آف ہو گیا۔ امی جان سے پتہ نہیں کیا کہا کہ ان کا رویہ بھی بدل گیا۔ ہنستی کھیلتی بیلا بھی ایک دم رونے لگی۔ صُفّہ نے امی اور شفا کے ساتھ بازار جانے کا دوسرا منصوبہ فٹافٹ بنالیا۔ میں اسے بہلانے لگی۔ تھوڑی سی ہی دیر میں امی صفہ اور شفا کو لے کر بازار چلی گئیں۔ عید پر بیلا اور فوزی کیلئے کپڑے کی تمنا ہمیشہ کی طرح میرے دل میں ہی رہ گئی۔ آنسوؤں کے آگے بند باندھنا مشکل ہو رہا تھا۔ لیکن بہرحال باندھنا تھا۔ بیلا میرے بازوؤں میں سو چکی تھی۔ اسے لے کر کمرے میں آئی تو سرمد کتابوں کے درمیان گہری نیند سو رہے تھے۔

عید بھی گزر گئی بقر عید بھی......فرح اور شیما کی شادیاں بھی ہو گئیں۔ اب تو امی اکلوتے بھیا بلال کی شادی کی تیاریاں کر رہی تھیں......اور ساتھ ہی میرے تیسرے مہمان کے لئے بھی......اسی دوران ایک دن سرمد نے خبر سنائی کہ ان کا باہر کی یونیورسٹی میں داخلہ ہو گیا ہے، انہوں نے ٹکٹ اور ویزہ بھی لے لیا ہے اور اگلے مہینے ان کی روانگی ہے۔ میں تو حیران رہ گئی۔ یہاں تیسرے بچے کی آمد ہے اور والد صاحب کو کوئی فکر نہیں اور فکر اگر ہے تو باہر جانے کے سلسلے میں اپنی تیاری کی......آخر ایسا کیوں ہے کہ اپنے قریب کی خوشیوں کو نظر انداز کر کے سمندر پار سے خوشیاں سمیٹ لانے کی فکر کی جاتی ہے......شاید اس لئے کہ آج کی ماں یا کل کی ماں......دونوں کے خواب بچوں کے لئے یکساں نہیں۔ اعلیٰ تعلیم، اس کے ذریعے حاصل ہونے والی زبردست نوکریاں اور اونچے مناصب اور معاشرے میں بلند مقام...... یہ ہی خواب ماں بچوں کو دکھاتی ہے اور پھر بچے ان کا تعبیر پانے میں جت جاتے ہیں......گدھوں کی طرح...... واقعی سرمد گدھوں کی طرح اپنی تعلیم کے لئے سرگرداں تھے اور اب باہر جا رہے تھے۔ اگر انسانوں کی طرح سوچتے تو اپنے بیوی بچوں کے لئے بھی کچھ فکر کر لیتے......میں نے دل ہی دل

میں سرمد کو گدھا قرار دینے کی توجیہہ پیش کی۔
''پھر آپ مجھے کب بلائیں گے؟'' ان کی تیاریاں کراتے ہوئے میں بھیگے ہوئے لہجے میں پوچھا۔
قیمتی سیاہ چمڑے کا سوٹ کیس ان کے کپڑوں اور ضرورت کی چیزوں کے ساتھ کتابوں سے تقریباً بھر گیا تھا۔
''میں کچھ نہیں کہہ سکتا کتنا عرصہ لگے گا''
''ایسا کریں سرمد مجھے آپ چھوٹا سا دو کمروں کا گھر کرایہ پر دلوادیں۔ گزارے کیلئے ہر ماہ کچھ پیسے بھیج دیجئے گا۔''
''کیا کہہ رہی ہو۔ اول فول...... یہ گھر کافی نہیں ہے؟ میں باہر کمانے نہیں جارہاہوں...... ابھی اپنے اخراجات پورے کرنا مشکل ہوگا۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آرہی؟''
غصے میں بے ترتیب جملے سرمد کے منہ سے نکل رہے تھے۔
''لیکن میں آپ کے بغیر یہاں کیسے رہوں گی؟''
''کیوں یہاں نہیں رہ سکوگی؟'' سرمد نے قہر آلود نگاہوں سے دیکھا۔''ہاں اگر نہ رہنا چاہو تو اپنے گھر چلی جانا'' اب کے وہ بے نیازی سے کہہ کر اپنے سوٹ کیس کی طرف متوجہ ہوگئے۔
''اپنا گھر......اپنا گھر تو وہ ہوگا جو آپ مجھے لے کر دیں گے۔'' میں نے پھر منہ کھولنے کی ہمت کی۔
لیکن سب ویسا ہی ہوا جیسا ہونا تھا۔ سرمد چلے گئے۔ انہیں تو اپنے تیسرے مہمان کی آمد کا بھی خیال نہ تھا۔ ان کے جانے کے بعد تیسرے مہینے اویس پیدا ہوا۔ میری انتہائی کمزوری کی باعث امی جان مجھے اپنے ہاں لے آئی تھیں۔ دو ماہ رہنے کے بعد واپس اپنے سسرال آگئی۔ خاصی سرد مہری سے میرا استقبال ہوا۔ امی نے اپنے بڑھتے ہوئے اخراجات کی تفصیل بڑی جزئیات کے ساتھ بتائی۔ صُفّہ اور شفا کی شادیوں کی تاریخ طے ہوگئی تھی۔ ظاہر ہے شادیوں کے بڑے اخراجات سر پر تھے۔ ادھر سرمد نے ایک آدھ دفعہ فون کے علاوہ کوئی رابطہ نہیں رکھا تھا۔ ساری باتوں کا لب لباب یہ تھا کہ میں اگر چاہوں تو اپنے ماں باپ کے گھر قیام کرسکتی ہوں۔ اب تک میری اور بچوں کی تمام تر ذمہ داری انہوں نے اٹھائی ہے اب لیکن بڑھتے ہوئے اخراجات کے باعث مشکل ہے۔
میری تو سمجھ میں نہیں آتا تھا کیا کروں اور کہاں جاؤں فون پر سرمد سے ذکر کیا تو انہوں نے بے نیازی سے کہا جیسا بہتر سمجھو ویسا ہی کرو۔ اس دن امی کے ہاں ملنے گئی سوچ کر گئی تھی کہ بلال بھائی سے مشورہ کروں گی۔ بھابھی میکے گئی ہوئی تھیں۔ موقع اچھا تھا۔ بلال بھیا کو ساری بات بتاتے ہوئے میرے آنسو چھلک چھلک پڑ رہے تھے۔ بلال بھیا بھی حیرانی سے سن رہے تھے معاملات کی اتنی سنگینی کا انہیں اندازہ نہیں تھا۔ کہنے لگے''شازی! فکر نہ کرو، میں ہوں نا! تم جیسا چاہو گی ہم ویسا ہی کریں گے یہ گھر تمہارا ہے تمہارے باپ بھائی ابھی سلامت ہیں بالکل فکر مند نہ ہو۔ میرا ٹرانسفر ہونے کا ذکر ہورہا ہے۔ شاید اگلے مہینے تک اسلام آباد جانا پڑے تمہاری بھابھی کو بھی لے جاؤں گا۔ امی بابا کے پاس تم آجاؤ...... اخراجات کی فکر نہ کرو میں تمہارے لئے ہر ماہ علیحدہ سے کچھ رقم بھیج دیا کروں گا۔ ابھی تم یہ کچھ رقم رکھ لو۔

انہوں نے تکیے کے نیچے چند نوٹ رکھ دیئے۔

بھیا کے اتنے ہمدردانہ رویہ کے باوجود میری آنکھیں آنسو بہانے لگیں۔امی نے اٹھ کر گلے لگایا،ابا نے ہمیشہ کی طرح سر پر ہاتھ رکھا۔یوں میں اپنے سامان کے ساتھ مستقل طور پر واپس آ گئی۔تین بچوں کی ذمہ داری کم نہیں ہوتی۔ان کے روزمرہ کے اخراجات پھر دوا ڈاکٹر کے چکر پھر آ گے اسکولوں کا سلسلہ شروع ہونے کا وقت تھا۔فوزی چوتھے سال میں تھا ہر آنے جانے والا پوچھتا کس کلاس میں ہے؟ کونسے اسکول میں داخلے کا ارادہ ہے؟

لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ بچوں کو ابتدائی تعلیم گھر پر خود دوں گی۔آخر پڑھی لکھی ہوں......کم ازکم پرائمری تک تو پڑھا سکتی ہوں۔خرچ بھی بچے گا اور میں اپنے بچوں کو تعلیم اور نوکری اور بلند معیار زندگی کے تکون میں قید نہیں کرنا چاہتی تھی اور انہیں اچھا انسان بنانا چاہتی تھی۔رشتوں کی قدر کرنے والا،محبتوں کو سمیٹنے والا اور محبتیں بانٹنے والا بنانا چاہتی تھی۔بچپن کے ابتدائی سال ہی تو ذہن کو بناتے ہیں۔تہذیب اور اقدار کے معیاری سانچوں میں ڈھالتے ہیں۔اور وہی اوقات ہم بچوں کو بڑے بڑے نام والے اسکولوں میں ڈال مغربی سکول کے سانچوں میں ڈھلنے کیلئے بھیج دیتے ہیں۔پھر اس پر ایک دوسرے سے فخر کا اظہار کرتے ہیں، مستقبل کی امیدیں باندھتے ہیں،خواب بنتے ہیں۔پھر انہی خوابوں کی تعبیر بنانے کے لئے اپنوں سے کہیں دور نکل جاتے ہیں۔

سوچتے ہوئے خیالوں کی ڈوری کہیں دور الجھ گئی۔سرمد نہ معلوم کہاں اتنے مصروف ہو گئے تھے کہ مہینوں فون کا بھی وقت نہیں ملتا تھا۔

امی نے ایک آدھ دفعہ جھجکھتا کر پوچھا''شازیہ بیٹا اگر تم کہو تو ہم خلع کے لئے کوشش کریں اور خلع کے بعد تمہارے لئے کوئی اچھا رشتہ ڈھونڈیں۔''

''اچھا رشتہ؟ یہاں کنواری لڑکیاں گھروں میں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہیں۔تین بچوں کی ماں کے لئے کہاں سے ڈھونڈیں گی؟''میری نظروں میں چھپے سوال کو جان کر بولیں۔

''ہاں بیٹا مل جائے گا۔دوسری شادی کرنے والے یا بچوں والے...... جو اپنے اور دوسروں کے بچوں کی پرورش کے لئے شادی پر آمادہ ہوتے ہیں۔''

ہونہہ! یہاں سگا باپ تو بچوں کی پرورش کے لئے آمادہ نہیں ہو رہا! میں نے انکار میں سر ہلا دیا۔''نہ مجھے خلع چاہیے اور نہ مجھے دوسری شادی کرنی ہے...... مجھے بس اپنے بچوں کی پرورش اور تربیت کرنی ہے،اور سرمد کا نام ان کے باپ کی حیثیت سے مجھے پوری زندگی اپنے نام کے ساتھ جوڑنا قبول ہے۔''

بچوں کی روزانہ کی مصروفیت مقرر ہو گئی تھیں۔صبح اٹھ کر ناشتے کے بعد دس بجے مسجد جاتے جہاں قاری صاحب انہیں تجوید کے ساتھ قرآن پڑھاتے، کلمے دعائیں اور قرآن کی سورتیں حفظ کراتے۔میں نے انہیں خاص طور پر کہا تھا کہ ہر چیز کو یاد کراتے ہوئے اس کے معنی بھی ذہن نشین کرائیں۔بارہ بجے تک واپس آ جاتے کھانا کھاتے کچھ دیر آرام کرتے اور چار بجے پڑھنے کے لئے بٹھا دیتی۔ساڑھے پانچ بجے انہیں کھیلنے کی آزادی ہوتی۔آٹھ بجے کھانا

کھلا کر کوشش کرتی نو بجے بستر پر ہوں۔ بچوں کو پڑھا تا دیکھ کر محلے سے کچھ بچے پڑھنے آنے لگے یوں ٹیوشن کی فیس کی مد میں ہاتھ میں کچھ رقم آنے لگی۔ مسجد کے قاری صاحب کو علیحدہ سے میں ماہ وار ادائیگی کرتی۔ آخر وہ اتنا وقت میرے بچوں کے لئے نکال رہے تھے۔

لوگوں نے اعتراض تو بہت کیے۔ بچوں کی اسکولوں کی عمر گزر جائے گی تو کسی اچھے اسکول میں داخلہ نہیں ہو سکے گا۔ لیکن میرا جواب ہوتا۔ کوئی بات نہیں قریب کے پرائیویٹ یا سرکاری اسکول میں تو داخلہ مل جائے گا۔

یہ چوتھا سال تھا۔ فوزی کا قرآن ختم ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ پانچویں کلاس کا کورس بھی مکمل تھا۔ لیکن ابھی ایک سال اور یہ ہی روٹین رکھنا تھی۔ اس دوران قرآن کی دوہرائی بھی ہو جاتی اور ساتھ قرآن کا ترجمہ بھی پڑھ لیتا جس کے لئے میں نے پہلے ہی بات کر لی تھی۔ نماز مسجد میں باقاعدہ پڑھنے لگا تھا۔ اس سال پہلی دفعہ تراویح پڑھنے کیلئے ضد کی تھی۔ جس کی میں نے بخوشی اجازت دے دی۔ ابا کی انگلی پکڑ کر ٹوپی پہنے جب وہ مسجد جاتا تو مجھے بے پناہ خوشی ہوتی۔ جاگنے والی راتوں میں میری دعائیں بچوں کے لئے تو ہوتی ہی تھیں لیکن سرمد بھی مجھے نہ بھولتے تھے۔ شاید یہ میری دعائیں تھیں کہ اب وہ ہر ماہ فون کرنے لگے۔ فوزی تو بار بار انہیں کہتا آپ ہمارے پاس کیوں نہیں رہتے، جس کا جواب ان کے پاس خاموشی ہوتا...... ہاں بھلا کیا جواب دیتے، میں سوچتی...... کیا پتہ وہاں شادی کر لی ہو۔ گھر بسا لیا ہو! اویس کو تو انہوں نے صرف تصویروں میں دیکھا تھا فوزی نے پہلا روزہ رکھا تھا۔ سرمد کا فون آیا تو فوزی نے اپنے پہلے روزے کی خوشخبری سنائی۔ بیلا اور اویس سے باتیں کرنے کے بعد جب میری باری آئی تو سرمد بولے۔

''شازی! مجھے احساس ہو گیا ہے کہ میں نے خوشیوں کے بہت سے دروازے اپنے لئے خود بند کیے ہیں۔ اور ان دروازوں کو کھولنے میں برسوں لگا دیئے جن کے بارے میں مجھے بالکل معلوم نہیں تھا کہ ان کے پیچھے کیا ہے...... مجھے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ تم نے میرے لئے ان دروازوں کو کھلا رکھا جن کو میں بے پروائی اور بے نیازی سے چھوڑ آیا تھا۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے ادا کروں......''

''کب...... کب آرہے ہیں آپ؟'' میں نے بے صبری سے پوچھا۔

''بس ان شاءاللہ عید سے پہلے......''

فوزی اور بیلا اچھل رہے تھے۔ ''بابا آرہے ہیں۔''

امی نے گلے لگا کر مبارکباد دی۔ بابا نے سر پر ہاتھ پھیرا اور فوزی سے کہنے لگے ''بابا کے آنے پر نانا کو نہ بھولنا۔'' فوزی ان کے گلے میں جھول گیا۔

رات کو سرمد نے بابا سے تفصیلی بات کی، اپنے مستقل آنے کے بارے میں بتایا اور سب سے مزیدار بات کہ میرے لئے کوئی اچھا سا مکان خریدنے کے لئے بھی کہا...... مکمل طور پر میری پسند کا جہاں ہر شے میری مرضی کے مطابق ہو......

واہ میرے مالک تیری عنایات...... تیرا کرم......

☆☆☆